لکھنؤ

تعمیر حیات

پندرہ روزہ

• عبرت کی نظر سے •

مشہور بزرگ شقیق بلخی نے حاتم سے پوچھا کہ ہمارے ساتھ رہ کر تم نے کیا سیکھا تو انہوں نے جواب میں آٹھ باتیں گنائیں۔

(۱) میں نے مخلوق پر نظر دوڑائی تو دیکھا کہ ہر شخص کا کوئی نہ کوئی محبوب ہے لیکن جب وہ قبر میں چلا جاتا ہے تو محبوب اس کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے لہذا میں نے اپنا محبوب نیکیوں کو بنا لیا ہے تاکہ وہ قبر میں میرا ساتھ دیں۔

(۲) میں نے اللہ رب العالمین کا فرمان "وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى" اور جی کو خواہشوں سے روکتا رہا۔ پڑھا تو نفس کو خواہشات سے روکنے میں ایسی عزیمت کا ثبوت دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا پابند ہو گیا۔

(۳) میں نے دیکھا کہ ہر شخص کے پاس کوئی نہ کوئی قیمتی چیز ہے جس کی وہ بڑی نگرانی وحفاظت کرتا ہے، پھر میری نظر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر پڑی۔ "مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ" جو تمہارے پاس ہے ختم ہو جائے گا اور جو خدا کے پاس ہے باقی رہنے والا ہے۔" اس کے بعد جو کچھ بھی مجھے ملتا ہے میں راہ خدا میں خرچ کر دیتا ہوں تاکہ میرے لئے ذخیرہ بنے اور باقی رہے۔

(۴) میں نے دیکھا کہ لوگ مال، حسب نسب، عزت و شرف پر فخر کرتے ہیں پھر میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھا۔ "اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ" تم میں خدا کے نزدیک زیادہ عزت والا ہے وہ جو زیادہ پرہیز گار ہے۔" تو میں نے تقویٰ اختیار کیا تاکہ خدا کے نزدیک باعزت بنوں۔

(۵) میں نے دیکھا کہ لوگ ایک دوسرے پر حسد کرتے ہیں، لیکن جب میں نے خدا کا یہ فرمان پڑھا۔ "نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيْشَتَهُمْ" ہم نے ان کی روزی ان میں بانٹ دی ہے۔" تو میں نے حسد کرنا چھوڑ دیا۔

(۶) میں نے دیکھا کہ لوگ ایک دوسرے سے دشمنی کرتے ہیں، پھر یہ آیت قرآنی پڑھی۔ "اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا" شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم اس کو دشمن بنالو۔" تو میں نے لوگوں کی دشمنی ختم کر کے شیطان کو اپنا دشمن بنا لیا ہے۔

(۷) میں نے دیکھا کہ لوگ تلاش رزق میں اپنے کو ذلیل کر رہے ہیں (حرام کے مرتکب ہوتے ہیں) پھر میں نے یہ آیت پڑھی۔ "وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا۔" اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق خدا کے ذمہ ہے۔" تو اللہ کے جو حقوق مجھ پر ہیں ان کی ادائیگی میں مشغول ہو گیا، اور میرا جو حق خدا کے یہاں سے مقرر ہے، اس پر قانع ہو گیا۔

(۸) میں نے دیکھا کہ لوگ اپنی تجارت کاریگری، اور تندرستی پر بھروسہ کرتے ہیں، تو میں نے یہ سب چھوڑ کر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر لیا۔

۱۰ اکتوبر ۱۹۸۷ء — سالانہ چندہ ۲۵ روپے — فی شمارہ ۱/۵۰

Regd No. LW, 56

TAMEER-E-HAYAT

FORTNIGHTLY

NADWATUL-ULAMA. LUCKNOW-226007 (India)

جب خریدیں تب اصلی

نقلی نورانی تیل ہرگز نہ خریدیں

• اگر نورانی تیل کے لیبل پر لائسنس نمبر U-18/77 چھپا ہے تب اصلی ہے

• اگر کیپسول پر ٹریڈ مارک ہے تب مئو کا اصلی نورانی تیل ہے۔

اکثر دوکاندار دو کوڑی والا نقلی نورانی تیل بیچتے ہیں۔ نقلی بنانے والے اپنا صحیح نام پتہ چھپا کر غلط طور سے ہمارا مئوناتھ بھنجن کا پتہ لکھ فراڈ کرتے ہیں اور ہمارے اصلی نورانی تیل اور ٹریڈ مارک کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈہ کرتے ہیں، اگر نورانی تیل کے لیبل اور کیپسول پر مذکورہ علامات نہیں ہیں تو بالکل نقلی اور جعلی ہے، ڈرگ انسپکٹر سے اسکی جانچ کرالیں، دوکانداروں کے فریب میں نہ آئیں۔ علامت پہچان دیکھ کر ہمیشہ مئو کا اصلی نورانی تیل خریدیں۔

نورانی تیل — درد، زخم، چوٹ، کٹنے، جلنے کی مشہور دوا

انڈین کیمیکل کمپنی مئوناتھ بھنجن۔ یوپی

بلغم کی جملہ شکایات... دوائیں اور... ٹانک

دوافانہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

بمبئی کے عوام کا فیصلہ

کیفے فردوس کی چکن تندوری کا جواب نہیں جو ذائقے میں بیمثال ہے

اسکے علاوہ

مزہ چکن بریانی، مٹن بریانی

اور دوسرے مغلائی کھانے

لذیذ وخوش ذائقہ چائنیز کھانے

مثلاً چکن چلی، چکن من چو سوپ، چکن من چورین وغیرہ

اور مزیدار ویجیٹیرین کھانے

مثلاً نورتن قورمہ، ویج بے پوری، ویج مکھن والا وغیرہ

نیز تازے پھلوں کے رس اور آئسکریم وغیرہ

بمبئی میں اصل ذائقہ دار مغلائی چائنیز اور ویجیٹیرین کھانوں کیلئے صرف ایک عالیشان مقام

کیفے فردوس

154 ہارننگ اسٹریٹ، کرافورڈ مارکیٹ کے سامنے بمبئی ۳

فون: 324408 — 348634

بمبئی میں

خالص گھی اور میوہ جات سے بھرپور

مٹھائیاں اور حلویات

عمدہ ولذیذ

سلیمانی افلاطون

اس کے علاوہ خصوصی پیش کش

ڈرائی فروٹ برفی

• ملک کیک • قلاقند • ملائی • برفی • کوکو ملائی برفی

ہر قسم کے تازہ وخستہ

بسکٹ اور نان خطائیاں

خریدنے کا قابل اعتماد مرکز

سلیمان عثمان مٹھائی والے

منارہ مسجد کے نیچے ——— بمبئی

فون: 320059

بیکری: ۳۳ محمد علی روڈ، بمبئی ۳

پرنٹر پبلیشر جمیل احمد ندوی نے امیت آفسیٹ پریس، گولا گنج، لکھنؤ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

لکھنؤ

تعمیرِ حیات

پندرہ روزہ

مجلس صحافت ونشریات — دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

شمارہ نمبر ۲۳	۱۰ر اکتوبر ۱۹۸۷ء مطابق ۱۶ر صفر ۱۴۰۸ھ	جلد نمبر ۲۴

اداریہ

مولانا سید ابو الحسن علی ندوی

اُمتِ مسلمہ ہدایت کا نیج

اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو خاص مقصد کے لئے پیدا کیا اور خاص کام اس کے سپرد کیا ہے، اور خاص مقصد زندگی کا مطلب کیا ہے؟ دنیا کی اور قومیں اپنے ذاتی مفادات اور نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے جدوجہد کرتی رہیں، بعثت محمدیہ سے قبل بھی نہ اس میں کمی ہوئی نہ اس کے بعد، امت محمدیہ کے متعلق قرآن کریم میں ارشاد باری ہے "كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ" تم بہترین امت ہو جو نیکی کا حکم دینے کے لیے اور برائی سے روکنے کے لئے نکالی گئی ہو، اس امت کی بعثت اس عظیم مقصد کے لئے ہوئی ہے جب رستم کے پاس ربعیہ بن عامرؓ گئے تو ان سے پوچھا گیا کہ کس چیز کی طلب میں تم یہاں آئے ہو، یہ سوال اس لئے کیا گیا تھا کہ کسی کو اپنا مفاد ملکوں میں لے جاتا ہے، کسی کو نام ونمود کی طلب گھسیٹ کر لے جاتی ہے اور کسی کو عیش وتنعم نے داخلہ پر مجبور کیا، مگر ربعیہؓ نے ایک نامانوس لفظ کہا، انہوں نے کہا کہ "ہم کو اللہ نے بھیجا ہے" تاکہ ہم اللہ کی خوشبو پھیلائیں، انسانوں کو انسانوں کی بندگی سے نکال کر آقائے حقیقی کی بندگی میں شامل کریں، لوگوں کو ظلم وجور سے نکالیں، تم کو دنیا کی تنگی سے نکال کر اس کی وسعت کی طرف لائیں، ظلم ونافرمانی سے روکیں،

یہی ایک الہامی جواب تھا جو ربعیہ بن عامرؓ نے دیا، ربعیہ بن عامرؓ کا یہ کہنا کہ ہم تنگ فضا سے نکال کر وسیع فضا کی ہوا تم کو کھلائیں، یہ رستم کے لیے ناقابل فہم بات تھی رستم کا یہ خیال تھا کہ یہ لوگ اپنے حال زار پر رحم کھا کر ہمارے پاس آئے ہیں، مگر ربعیہؓ نے یہ کہا کہ ہم اپنے حال پر رحم کھا کر نہیں آئے بلکہ تم کو تمہارے حال زار سے نکالنے آئے ہیں، کیا نفسیاتی خواہشوں کو پورا کرنا، جانوروں کی طرح لوٹ کھسوٹ کرنا، عیش وعشرت میں مگن رہنا زندگی ہے؟ تم اس سے گھبراتے نہیں، تم تو لامتناہی فضا میں پھرنے کے لیے ہو مگر اس میں پھنس گئے ہو، تم اس گھٹاٹوپ اندھیرے سے گھبراتے نہیں، ہم اس لیے یہاں آتے ہیں کہ تم کو آزاد اور وسیع فضاؤں میں سیر کرائیں، رستم کا سوال ربعیہؓ نے اس پر کہا یہ حال زار ہم سے دیکھا نہیں جاتا کہ تم ان حقیر ٹکڑوں پر قناعت کرلو، کیا انسان کی یہی پرواز ہے؟ کیا انسان کی کل کائنات یہی ہے؟ اس جملہ نے رستم پر جو ضرب لگائی ہوگی، اس کا اندازہ ہم آپ نہیں کرسکتے، قومیں خود نکلتی ہیں ان کے اندرونی تقاضے ان کو مجبور کرتے ہیں، ان کے سامنے حاکمانہ اقتدار اور عیش پسندی کی اجارہ داری قائم کرنا ہوتا ہے، عام طور پر قومیں انہیں مقاصد کے لیے اٹھا کرتی تھیں، قدیم اور جدید جنگوں کا اصل محرک یہی تھا، منڈیوں اور خام مال کے حصول کے لیے جنگ لڑی جاتی تھی لیکن یہاں معاملہ دوسرا ہے، ربعیہ بن عامرؓ نے کہا کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔

جب عرب اسلام کی دعوت ورسالت کو لے کر چار دانگ عالم میں پھیل گئے اور انہوں نے دنیا کے چپہ چپہ میں خدا کے اس پیغام کو عام کردینا چاہا، تو انہوں نے اس .... کے لیے ایک نیا اور انوکھا انداز پیش کیا، ان کے سامنے یہ نقطہ نظر پیش کیا کہ انسان کی تخلیق کا مقصد کیا ہے؟ انسان کو تو دنیا کی سیر کرنے اور کائنات کی لامتناہی فضاؤں اور وسعتوں کو گزر راہ بنانے کے لیے پیدا کیا گیا ہے، اگر عرب بھی اسی قدیم طرز فکر کو لے کر چلتے تو کامیابی وکامرانی ہرگز نہیں ہوتی، قدیم فاتحین اور عرب فاتحین میں واضح فرق ہے، قدیم فاتحین مال وزر تاج وتخت کی بھیک کے لیے نکلے تھے، بھیک زبان قال سے نہیں، زبان حال یا نوک شمشیر سے مانگی جائے بہرحال بھیک ہی ہے، عرب فاتحین خود شناسی خدا شناسی بندگی رب کی دعوت لے کر اٹھے تھے، ان کا مشن انسانوں کی بندگی کا طلسم توڑ کر آقائے حقیقی کی عبدیت اختیار کرنا تھا، اسی وجہ سے وہ زنگ خوردہ تلواروں اور پھٹے پرانے نیاموں کے باوجود دنیا پر چھا گئے، یہ امت اپنی خواہش سے نہیں نکلی بلکہ اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے، جرأت خود نکلی ہے، اس کو مدد نہیں ملتی، اس امت کی طاقت کا راز اسی میں ہے کہ وہ اپنے مخصوص طرز زندگی کو لے کر اسی دنیا میں آئے، ساری طاقت

نگران اعلیٰ

مولانا ابو العرفان ندوی

مجلس ادارت

شمس الحق ندوی

محمود الأزہار ندوی

خط وکتابت کا پتہ:

منیجر "تعمیرِ حیات"

پوسٹ بکس نمبر ۹۳

ندوۃ العلماء۔ لکھنؤ۔ انڈیا۔

زرِ تعاون

سالانہ : پینتیس ۳۵ روپے

ششماہی : پچیس ۲۵ روپے

فی پرچہ : ایک روپیہ پیسے

بیرون ملک

بحری ڈاک، ہوائی ڈاک : ۱۰ ڈالر

فضائی ڈاک

ایشیائی ممالک : ۲۰ ڈالر

افریقی ممالک : ۲۰ ڈالر

یورپ وامریکہ : ۳۰ ڈالر

نوٹ

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیرِ حیات کے پتہ پر روانہ فرمائیں۔

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہوچکا ہے لہٰذا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ دین وادب کا یہ خادم، ندوۃ العلماء کا ترجمان، آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ پینتیس روپے ارسال فرمائیے یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا نمبر خریداری لکھنا نہ بھولیں

امتِ مسلمہ سے خطاب:

امراض کی تشخیص اور علاج

حضرت شاہ ولی اللہؒ صاحب

"میں مسلمانوں کی عام جماعت کی طرف اب مخاطب ہوں اور کہتا ہوں، اے آدم کے بچو! دیکھو تمہارے اخلاق سو چکے ہیں، تم پر بے جا حرص وآز کا بھوت سوار ہوگیا ہے تم پر شیطان نے قابو پالیا ہے، عورتیں مردوں کے سرچڑھ گئیں ہیں، اور مرد عورتوں کے حقوق برباد کررہے ہیں، حرام کو تم نے اپنے لیے خوشگوار بنالیا ہے، اور حلال تمہارے لئے بدمزہ ہوچکا ہے، پھر قسم ہے اللہ کی، اللہ نے ہرگز کسی کو اس کے بس سے زیادہ تکلیف نہیں دی ہے، چاہئے کہ تم اپنی شہوانی خواہشوں کو نکاح کے ذریعہ پوری کرو خواہ تمہیں ایک سے زیادہ نکاح ہی کیوں نہ کرنا پڑے، اور اپنے مصارف وضع قطع میں تکلف سے کام نہ لیا کرو، اسی قدر خرچ کرو جس کی تم میں سکت ہو، یاد رکھو ایک کا بوجھ دوسرا نہیں اٹھاتا اور اپنے اوپر خواہ مخواہ تنگی سے کام نہ لو، اگر تم ایسا کروگے تو تمہارے نفوس بالآخر فسق کے حدود تک پہنچ جائیں گے اللہ تعالیٰ اس کو پسند فرماتا ہے کہ اس کے بندے اس کی آسانیوں سے نفع اٹھائیں جیسا کہ یہ بھی اسی کو پسند ہے کہ جو چاہیں وہ اعلیٰ مدارج پر احکام کی پابندی بھی کرسکتے ہیں اپنے شکم کی خواہشوں کی تکمیل چاہئے کہ کھانوں سے کرو اور اتنا کمانے کی کوشش کرو جس سے تمہاری ضرورتیں پوری ہوں، دوسروں کے سینوں کے بوجھ بننے کی کوشش نہ کرو کہ ان سے مانگ مانگ کر کھایا کرو، تم ان سے مانگو اور وہ نہ دیں، اسی طرح بیچارے بادشاہوں اور حکام کے اوپر بھی بوجھ نہ بن جاؤ، تمہارے لیے یہی پسندیدہ ہے کہ تم خود کما کر کھایا کرو، اگر تم ایسا کروگے تو خدا تمہیں معاش کی بھی راہ سجھائے گا جو تمہارے لیے کافی ہوگی۔

اے آدم کے بچو! جسے خدا نے ایک جائے سکونت دے رکھی ہو جس میں وہ آرام کرے، اتنا پانی جس سے وہ سیراب ہو اتنا کھانا جس سے بسر ہوجائے، اتنا کپڑا جس سے تن ڈھک جائے، ایسی بیوی جو اس کی شرمگاہ کی حفاظت کرسکتی ہو، اور اس کو دینی سہن کی جدوجہد میں مدد دے سکتی ہو، تو یاد رکھو کہ دنیا کامل طور سے اس شخص کو مل چکی ہے چاہئے کہ اس پر خدا کا شکر کرے۔

بہرحال کوئی نہ کوئی کمائی کی راہ آدمی ضرور اختیار کرے اور اسی کے ساتھ قناعت کو اپنا دستور زندگی بنائے، اور رہنے سہنے میں اعتدال کا جادہ اختیار کرے اور اللہ کی یاد کے لیے جو فرصت ہم دست ہوا سے غنیمت شمار کرے، کم از کم تین وقتوں صبح شام اور پچھلی رات کے ذکر کا خاص طور پر خیال رکھے، حق تعالیٰ کی یاد اس کی تسبیح وتہلیل اور قرآن کی تلاوت کے ذریعہ کیا کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنے اور ذکر کے حلقوں میں حاضر ہوا کرے۔

اے آدم کے بچو! تم نے ایسے بگڑے ہوئے رسوم اختیار کرلیے ہیں جن سے دین کی اصلی صورت بگڑ گئی ہے، تم عاشورا کے دن جھوٹی باتوں پر اکٹھا ہوتے ہو، اسی طرح شب برأت میں کھیل کود کرتے ہو اور مردوں کے لئے کھانے پکا پکا کر کھلانے کو اچھا خیال کرتے ہو اگر تم سچے ہو تو اس کی دلیل پیش کرو۔

اسی طرح اور بھی بری بری رسمیں تم میں جاری ہیں جس نے تم پر تمہاری زندگی تنگ کردی ہے مثلاً تقریبات کی دعوتوں میں تم نے حد سے زیادہ تکلف برتنا شروع کردیا ہے۔ اسی طرح ایک بری رسم یہ بھی ہے کہ کچھ بھی ہوجائے لیکن طلاق کو گویا تم نے ناجائز ٹھہرالیا ہے، یوں ہی بیوہ عورتوں کو نکاح سے روکے رہتے ہو، ان رسموں میں تم اپنی دولت ضائع کرتے ہو، وقت برباد کرتے ہو اور جو صحت بخش رسم تھی اسے چھوڑ بیٹھے ہو۔

تم نے اپنی نمازیں برباد کر رکھی ہیں تم میں کچھ لوگ ہیں جو دنیا کمانے میں اور اپنے دھندوں میں اتنے پھنس گئے ہیں کہ نماز کا انہیں وقت ہی نہیں ملتا، کچھ لوگ ہیں جو قصہ کہانی سننے میں وقت گنواتے ہیں، خیر پھر بھی اگر ایسی مجلسیں لوگ ایسے مقامات پر قائم کیا کرتے جو مسجدوں سے قریب ہوں تو شاید ان کی نمازیں ضائع نہ ہوتیں، تم نے زکوٰۃ کو بھی چھوڑ دیا ہے حالانکہ کوئی ایسا دولت مند نہیں ہے، جس کے اقربا، واعزہ میں حاجت مند لوگ نہیں ہوتے، اگر ان لوگوں کی وہ مدد کیا کریں اور ان کو کھلایا پلایا کریں اور زکاۃ کی نیت کرلیا کریں تو یہ بھی ان کے لیے کافی ہوسکتی ہے۔ تم میں بعضوں نے روزے چھوڑ رکھے ہیں، خصوصاً جو فوجی ملازم ہیں کہتے ہیں کہ وہ روزہ رکھنے پر قادر نہیں ہیں، یعنی جو محنت انہیں برداشت کرنی پڑتی ہے، اس کے ساتھ روزے نہیں رکھ سکتے، تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ تم نے راہ غلط کردی ہے اور تم حکومت کے سینہ پر بوجھ بن گئے ہو، بادشاہ جب اپنے خزانہ میں اتنی گنجائش نہیں پاتا جس سے تمہاری تنخواہ ادا کرے تب رعایا پر زندگی کو دشوار کرتا ہے، سپاہیو! یہ تمہاری کیسی بری عادت ہے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو روزے رکھتے ہیں لیکن سحری نہیں کرتے اور رمضان میں ان سنت کاموں کو نہیں چھوڑتے جن کی وجہ سے روزے ان پر گراں ہوجاتے ہیں"

رحمتِ ذو الجلال کی لذت

حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھی

کون جانے جمال کی لذت
ہجر میں ہے وصال کی لذت
روح پر وجد ہوگیا طاری
ہے محبت سے جو بھی بیگانہ
ہوگئی تیز عشق کی پرواز
ہر بنِ مو پہ کیف طاری ہے
غم میں بھی بخشتی ہے کیف وسرور
دولتِ بندگی جسے نہ ملی
کیا انوکھی ہے کیا نرالی ہے
جس نے چکھی نہیں وہ کیا جانے
رکھتی ہے ان کے در پہ سر بہ سجود
روح اڑنے لگی مسرت سے
عاصیوں نے بھی خوب ہی لوٹی
ان کے ذکر لطیف کے آگے
کاش ملتی مجھے مقدر سے
ان کا جو ہوگیا وہ پاتا ہے
عشق والے ہی اس کو پاتے ہیں
لذت بندگی کے سامنے ہے
بندۂ خاص حق کو ملتی ہے

کون سمجھے جلال کی لذت
نقص میں بھی کمال کی لذت
اللہ اللہ سوال کی لذت
جانے کیا ملال کی لذت
قال میں اب ہے حال کی لذت
واہ رے امتثال کی لذت
ذہن کے انتقال کی لذت
جانے کیا عرضِ حال کی لذت
عشق میں احتمال کی لذت
ہے عجب انفعال کی لذت
مقصدِ بے مثال کی لذت
اُف صدائے تعال کی لذت
رحمتِ ذو الجلال کی لذت
گرد ہے کیف وحال کی لذت
سوزِ عشقِ بلالؓ کی لذت
رحمتِ بے مثال کی لذت
روز وشب ماہ سال کی لذت
ہیچ سب حال وقال کی لذت
دولتِ لازوال کی لذت

مست رکھتی ہے رات دن احمد
مجھ کو ان کے خیال کی لذت

غزل

حاجی اکرم عبد وہوک

غم اپنا زمانے کو سناتا نہیں پتھر
انساں کی طرح شور مچاتا نہیں پتھر

پتھر کہیں گے ہم اسے ساحر نہیں کہ یہ
پاگل تری طرح تو بناتا نہیں پتھر

مانا کہ میرے سر کا لہو دیکھ کے خوش ہے
پر یہ نہ سمجھ لوٹ کے آتا نہیں پتھر

ناداں ہیں کبھی تاج محل دیکھ لیں اک روز
کہتے ہیں لوگ پھول اگاتا نہیں پتھر

پتھر کہے نہ اس کو مرا دل تو کیا کہے
ہے سامنے پر آنکھ ملاتا نہیں پتھر

سب کے قریب پھولوں کا انبار کیوں رہا
میری طرح ہر آدمی کھاتا نہیں پتھر

اکرم یہ سنگ پھر بھی درندوں سے ٹھیک ہے
بستی تو آدمی کی جلاتا نہیں پتھر

وتوانائی کا راز اسی دعوت میں ہے، اگر ان خصوصیات کو امت چھوڑ دے گی اگر صلاح وفلاح والی راہ کو ترک کر دے گی، اگر اس عزت کی قدر نہیں کرے گی، جس سے اللہ تعالیٰ نے اس کو سرفراز کیا ہے تو یہ امت مقہور ومغلوب ہی رہے گی، مسلمان ہوں یا کوئی اور وہ اسی وقت تک اپنا ملی وجود اور دائمی کردار باقی رکھ سکتے ہیں، جب تک ان کا سررشتہ ان کی اساسی تعلیمات اور الہامی ہدایات سے وابستہ ہے ورنہ وہ اپنی اصلیت کھو کر "مرغ بادنما" کی طرح ہوا کے جھونکے اور تھپیڑے سے اپنا رخ بدلتی رہتی ہیں اس وقت اس امت کی زندگی اور اس کا کردار اسلام کے حقیقی سانچے کے مطابق نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ ایک شاندار دعوت وپیغام رکھنے والی امت اس عبرتناک انجام کو پہنچ گئی ہے۔۔۔

- - - - - - - - - - - - - -

۔۔۔ مسلمانوں کی ذلت کا اصل سبب یہ ہے کہ وہ بیک وقت دو قانونوں سے بغاوت کر رہے ہیں، ایک قانون تو ہدایت الٰہی کا ہے، مسلمان اپنے آپ کو اس طرح وابستہ کر دیں کہ وہ ہدایت کے لئے ہیں اور ہدایت ان کے لئے ہے، دونوں لازم وملزوم ہیں دوسرا یہ کہ کثیر کا قلیل پر غلبہ ہوتا ہے قلیل کو زیر کرتا ہے، مسلح غیر مسلح پر غالب آتا ہے، اگر اس قانون سے انحراف کیا جائے تو نتیجہ ظاہر ہے، اللہ تعالیٰ نے اس امت کو ایک خاص صفت سے بنایا ہے، مثلاً ایک لکڑی ہے، یہ لکڑی اس حد تک کام دے سکتی ہے جس حد تک ہاتھ کی طاقت کام دے گی، لیکن اس کے مقابلہ میں بندوق کی طاقت کہیں زیادہ ہے کیونکہ اس میں غیر معمولی ذہانت اور صناعی سے کام لیا گیا، کارتوس چلانے کا سسٹم رکھا گیا ہے، اب اگر کوئی اس طریقہ کی خلاف ورزی کرتا ہے اور اس خاص صنعت سے انکار کرتا ہے تو بندوق بیکار ہو جائیگی اور لاٹھی کے برابر بھی اس کی افادیت باقی نہیں رہ جائے گی، مسلمانوں کی طاقت کا سرچشمہ یہی دعوت تھی جس نے ان کو توانائی بخشی تھی دوسری بات یہ کہ ان کی طاقت کا سرچشمہ ان کی نافعیت تھی اور اس لئے تھی کہ وہ مبعوث کی گئی ہے اس کا کام دعوت حق کی نشر واشاعت ہے اس کا کام ایک خاص طرز زندگی برپا کرنا ہے ایک خاص پیغام دے کر یہ امت بھیجی گئی ہے، ایک قانون سے ان کو نوازا گیا ہے اگر اس کا مقصد زندگی یہ ہو جائے کہ کھائے پیئے عیش کرے، نفسانی خواہشات کی تکمیل کرے، دوسری قوموں کا طرز زندگی اختیار کرے تو یہ قانون الٰہی سے انحراف ہے لیکن اگر اس کے برخلاف اس دعوت حق کو لے کر چلے، اس پیغام کو عام کرنا اپنا شعار بنا لے، تو وہ تقدیر الٰہی بن جاتی ہے، امت محمدیؐ کی طاقت ومقبولیت شان وشوکت کا راز یہی ہے کہ وہ مقصد حقیقی کو پورا کرنے والی ہے اسی وجہ سے اس کے ساتھ نصرت کی شرط ہے۔

یہ دعوت اللہ تعالیٰ کی وہ محبوب دعوت ہے جس کی خاطر اس نے اپنے قوانین میں تغیر کر دیا ہے، اشیاء سے ان کے خواص سلب کر لیے گئے ہیں اور کبھی ان کی فطرت کے خلاف خواص بخش دیئے ہیں، آگ کو گلزار اور سمندر کو پایاب کر دیا ہے، پہاڑ ان کے راستہ میں آئے ہیں تو ان کو سرنگوں ہونا پڑا ہے، سمندر اور بہتے دریا اگر اس کی راہ میں آئے تو ان کو راستہ دینا پڑا، قیروان کی تاریخ شاہد ہے کہ اژدہوں اور خونخوار درندوں سے ان کے کام میں رکاوٹ ہو گئی تو ان کو جنگل چھوڑ کر جانا پڑا، یہ دعوت قوموں کے لیے آب حیات ہے، جس نے اس کا جام پی لیا اس پر موت حرام ہے اگر مسلمان نے اپنے وجود کو اس دعوت حق میں گم کر دیا تو فنا ان کے لیے محال اور بقا ان کے لیے مقدر ہے، علامہ اقبال رح کی زبان حقیقت ترجمانی میں ہے۔ ؎

مٹ نہیں سکتا کبھی مرد مسلماں کہ ہے
اس کی اذانوں سے فاش سر کلیم وخلیل

کسان مٹھی بھر بیج کی قیمت کو جانتا ہے، اس کو وہ اپنے تمام مال ومتاع سے زیادہ حقیقی سمجھتا ہے وہ سوچتا ہے کہ اس بیج میں کتنے خاندانوں کی پرورش ہو گی، کتنی آمدنی اس بیج سے ہو گی، اس کی نظر اس پر ہوتی ہے کہ ایک بیج کتنے گل کھلاتا ہے، وہ سوچتا ہے کہ اگر یہ بیج ختم ہو گئے تو میں لٹ جاؤں گا برباد ہو جاؤں گا، آپ صلے اللہ علیہ وسلم ہی ہدایت کے بیج تھے، رسول خدا تین سو تیرہ صحابہؓ کے ساتھ میدان میں آئے، لیکن دراصل وہ ہدایت کے بیج تھے، ان سے اللہ تعالیٰ کو ایک امت پیدا کرنا تھا، اگر خدانخواستہ یہ بیج ضائع ہو جاتے تو امت کا یہ باغ کیسے تیار ہوتا، ہدایت کے بیجوں سے اللہ تعالیٰ دنیا کا مستقبل محفوظ کراتا ہے، انبیاء کرامؑ انہی ہدایت کے بیجوں کو لے کر آئے تھے، غزوہ بدر کی فتح وکامرانی کی اصل وجہ یہی ہے کہ یہ بیج محفوظ تھے، رسول خدا بدر کے ان بیجوں کے بارے میں خدا سے فرمایا کہ اگر تو نے ان کو ختم کر دیا تو ہدایت کا سرچشمہ ختم ہو جائیگا تیرا کوئی نام لیوا روئے زمین پر نہیں ہو گا انسانیت کی خیر خواہی ختم ہو جاتے گی، یہ ہدایت کے چراغ اگر آندھی چلی ہے تو بجھ جائیں گے، ابوطالب کے بیٹے کا چراغ نہیں بجھے گا، بلکہ ہدایت کا چراغ بجھ جائے گا، اگر تو ان کو بچا کر دنیا کو باقی رکھنا چاہتا ہے اور نور الٰہی کا چراغ اگر مجھے جلانا ہے تو ان کی حفاظت کرنا، اگر تو نے ان کی ہلاکت کا فیصلہ کر لیا ہے تو تیری عبادت روئے زمین پر نہیں ہو گی یہ عبد کامل کے بول تھے، جو خدا ہی نے ان سے کہلوائے تھے

اس امت کو بھی خدا نے ہدایت کا بیج بنایا ہے جب تک یہ قوت نمو رکھتا تھا، اور جب تک اس کی حفاظت کی گئی، اس وقت تک ہمارے ہندوستان میں ایک مرد خدا کام کرتا ہے، اور ہدایت عام ہو جاتی ہے، حقیقت یہ ہے کہ وہ صحیح وسالم بیج تھے، مگر آج ہر دانہ میں گھن لگ گیا ہے، اس کی نافعیت ختم ہو گئی ہے اگر ملت اپنے اصل جوہر پر جدوجہد کرے قوموں کے مقابلے میں خم ٹھونک کر آجائے، بندوق میں سے کارتوس نکل جائے تو بندوق بیکار ہے، جب ہم قانون الٰہی سے بغاوت کر رہے ہیں جو نصرت الٰہی کے عنوان ہو سکتی ہے! تو نصرت کیسے آئے، اگر ہم میں انصاف عام ہو، محبت وبھائی چارگی کا درس ملے ہم اخلاق وکردار کا مظاہرہ کریں مظلوموں کی فریاد رسی کریں تو ہم کو کون ختم کر سکتا ہے ہمارے کون آڑے آسکتا ہے۔

آج مسلمان کا ملی انحطاط اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ اسرائیل جیسی چھوٹی طاقت نے مشرق وسطیٰ کی تمام عرب مملکتوں کو برسر میدان شکست فاش دے کر یہ ثابت کر دیا کہ دراصل مسلمان ایک قوت محرکہ کا نام نہیں، بلکہ وہ ایک ایسا ڈھانچہ ہے جس کی روح مضمحل اور جس کے قوائے عمل شل ہو چکے ہیں، آٹھ گھنٹوں میں مٹھی بھر یہودیوں نے دس کروڑ عربوں کو اس لیے رسوا کر دیا کہ عربوں کا اسلام کے حقیقی پیغام سے رشتہ منقطع ہو چکا ہے، اور مادی نقطۂ نظر سے جدید آلات حرب کے بارے میں پسماندہ ہیں، ان حالات میں کیسے ممکن تھا کہ جو نتیجہ نکلا اس کے برخلاف نکلتا، خداوند قدوس نے آپ کو ایمان کی ایسی قوت دی، آپ اس کی حفاظت کرتے، آپ زندگی کا ثبوت دیتے، اس لیے کہ آپ کے پاس وہ بیش بہا چیزیں ہیں جو دیگر اقوام عالم کو نصیب نہیں، ایمان کی دولت، توکل کی دولت، صبر کی دولت، یقین کی دولت، دعا کی دولت دوسری قوموں کا سرچشمہ طاقت، تنظیم اتحاد کثرت اور آلات حرب کی برتری ہے اس لیے جب بھی مسلمان اس مشن کو چھوڑ دیں گے تباہی وبربادی، ذلت ورسوائی سے دوچار ہوں گے

اس وقت کے حالات میں امت کو ایک فیصلہ کرنا ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ ہدایت کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑے، بندگی کے ساتھ رشتہ جوڑے، اسی پر اس کی زندگی کا مدار ہے، دنیا کے مقاصد کا حصول اور ذاتی مفادات کو حاصل کرنا اس کا مقصد حیات نہیں، دنیا طلبی، آخرت فراموشی، خدا ناشناسی، شکم سیری، خود غرضی میں کمی نہیں، دوسروں کے گلے کاٹنے اور اپنا پیٹ بھرنے سے فرصت نہیں، جب اخلاق ایسے فاسد ہو جائیں اور سیرت ایسی بگڑ جائے تو نکبت وادبار میں کیا شک ہے!

اب اصل سوال یہ ہے کہ اس دعوت سے ہمارے تعلق کی نوعیت کیا ہو گی؟ ہم کو اس قانون الٰہی کو اپنانا ہو گا جس سے ہمارے اسلاف کی اصلاح ہوئی ہے، نمک کا اصل جوہر نمکینی ہے اگر وہ باقی نہ رہے تو اس سے کنکر کہیں بہتر ہے، آج مسلمانوں کی بے بضاعتی، محکومی، کمزوری، محرومی کی یہی وجہ ہے کہ ان تمام سرگرمیوں کا مرکز طلب اقتدار اور حب جاہ ومال ہے جو قوم ذلت ومسکنت میں گرفتار ہو جاتی ہے وہ دوسروں پر تو بار بعد میں ہوتی ہے پہلے تو وہ اپنے لیے بوجھ بن جایا کرتی ہے، آج مسلمانوں کو اپنے ماضی کی طرف لوٹنے کی ضرورت ہے، مسلمان نے اپنا رشتہ ماضی سے توڑ کر خود کو درماندہ اور پسماندہ بنا لیا ہے، اس کا مستقبل اس کے ماضی میں پوشیدہ ہے مسلمان آج بھی عہد اول کی طرح ہدایت کا بیج بن جائیں تو فتح وظفر ان کے قدم چومے گی آج اگر ہم بھی بدر کے ۳۱۳ مجاہدین کی طرح زمین کا عطر بن جائیں تو ایک بار پھر زمانہ میں اسلام کی حقیقی خوشبو پھیل جائے جو تمام جہان کو معطر کرے فیصلہ کی اور کرنے کا انہیں ہمارے ہی ہاتھ میں ہے۔

یہ پیغام کوئی انوکھا نہیں یہی ہے کہ زندگی کے رخ کو صحیح کیا ہے سب سے بڑی دعوت اس وقت مسلمانوں کیلئے یہی ہے کہ وہ اپنے اندر تبدیلی پیدا کریں اور اپنے اندر حقیقت ایمان پیدا کریں۔ ؎

وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستان وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

ملیشیا میں
مولانا سید ابوالحسن علی صاحب حسنی ندوی کی آمد

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
صدر شعبۂ ادب عربی ندوۃ العلماء لکھنؤ

مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ العالی نے ملیشیا کی اسلامی انجمن کی دعوت پر ۲۰ اپریل ۱۹۸۰ء کو ملیشیا کا سفر فرمایا، اور وہاں سات روز کا مشغول وقت گزارا، وقت کا بڑا حصہ دار السلطنت کوالالمپور میں گزرا، جس میں وہاں کے اداروں اور انجمنوں میں تشریف لے گئے، اور خطاب بھی فرمایا، مولانا مدظلہ کے ہم رکاب مولانا مدظلہ کے ایک محب ومخلص جناب سید غلام محمد صاحب جیلانی حیدرآبادی اور راقم الحروف تھا، سید غلام محمد صاحب نے یہ سفر خود اپنے مصارف پر حضرت مولانا مدظلہ کو راحت ومدد پہنچانے کے لئے اختیار کیا، ملیشیا میں پہلی منزل کوالالمپور بنا، کوالالمپور ملیشیا کا دار السلطنت ہے، وہ سنگاپور کے ملایا سے علیحدہ ہونے کے بعد ملک کا دار السلطنت بنا، ورنہ ملک کا اصل دار السلطنت سنگاپور ہی تھا، ملیشیا کا اصل علاقہ ملایا ہے جو خلیج بنگال کے مشرق میں ایک جزیرہ نما کی صورت میں واقع ہے ملیشیا کے قرب وجوار میں متعدد ممالک اور خطے واقع ہیں جو عموماً جزیروں پر مشتمل ہیں اور شرق اقصیٰ کے جزء سمجھے جاتے ہیں، ملیشیا اس خطے کے مغربی پہلو میں واقع ہے اس کے پڑوس میں اہم ملک انڈونیشیا، فلپائن، بورنیو، برما، تھائی لینڈ، وغیرہ واقع ہیں ملیشیا میں ملایا کا جزیرہ نما تھائی لینڈ سے متصل جنوب میں اور انڈونیشیا کے جزیرہ سماٹرا کے بہت قریب بجانب شمال واقع ہے، جزیرہ نما ملایا کا جنوبی سرا سنگاپور جزیرے سے جڑا ہوا ہے، سنگاپور آخر آخر تک ملایا کا جزء رہا، لیکن بعد میں ملکوں کی سیاسی تقسیم میں سنگاپور کو علیحدہ ایک الگ ملک قرار دے دیا گیا اور اس کے عوض میں جزیرہ نمائے ملایا کے مشرقی جانب واقع جزیرہ بورنیو کا شمالی حصہ ملایا کے ساتھ جوڑ دیا گیا سنگاپور کو مستثنیٰ کر کے اور ایک مشرقی علاقہ کو شامل کر کے ملایا ملیشیا کہلایا، اور اس کا دار السلطنت جزیرہ نما کے جنوبی خطہ کا ایک بڑا شہر کوالالمپور قرار دیا گیا۔

ملیشیا حکومتی سطح پر ایک اتحاد (فیڈریشن) ہے جس میں تیرہ ریاستیں شامل ہیں، تمام ریاستوں کے اتحاد کا سربراہ اعلیٰ بادشاہ ہوتا ہے جو ملک کے نو بادشاہوں میں سے کسی ایک کو پانچ سال کے لئے انتخاب سے مقرر کیا جاتا ہے، اس کا نام وخطاب ملیشین زبان میں یانگ دی پرتوان اگانگ ہوتا ہے اس کے تحت عملی وانتظامی سربراہ وزیر اعظم ہوتا ہے جو پارلیمنٹ کی اکثریتی جماعت سے منتخب ہوتا ہے۔

ملیشیا کی تیرہ ریاستوں میں ۹ ریاستیں دراصل بادشاہتیں ہیں جو ملک کے صوبوں کے طور پر اتحاد میں شامل ہیں، ان کے نام حسب ذیل ہیں، جوہور، کیلانتن، نگری سمبلان، پہانگ، پیرک، پرلیس، سیلنگو، ترنگانو اور قدح، ان میں سے ہر ریاست کا سربراہ اعلیٰ جو پہلے اس کا بادشاہ تھا، اب اتحاد کے اندر نیم بادشاہ اور نیم گورنر کی حیثیت سے کام کرتا ہے۔

مذکورہ نو بادشاہی صوبوں کے علاوہ چار ریاستیں جمہوری طرز کی ہیں، ان کا سربراہ جمہوری نظام کے اعتبار سے گورنر ہوتا ہے، اور مرکز سے مقرر ہوتا ہے، یہ ریاستیں حسب ذیل ہیں، پنانگ جو ایک چھوٹے جزیرہ کے طور پر جزیرہ نما ملایا کے مغربی ساحل پر واقع ہے اور دوسری تیسری ریاست سرواک اور صباح اور چوتھی ریاست ملاکا ہے۔

ملیشیا کے اتحاد کی تاسیس ۱۹۶۱ء میں اس کے پہلے وزیر اعظم تنکو عبدالرحمٰن کے ذریعہ ہوئی وہ اس اتحاد کے پہلے وزیر اعظم بنے۔ سنگاپور بھی اس اتحاد میں شامل تھا، سنگاپور میں مسلمانوں کی اقلیت اور چینیوں کی اکثریت ہے اس کی وجہ سے ملیشیا میں مسلمان چند فیصدی سے اقلیت میں تھے لیکن ۱۹۶۵ء میں سنگاپور اس اتحاد سے علیحدہ ہو گیا، اس سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچا کہ اتحاد میں ان کی اکثریت ہو گئی، یوں ملیشیا میں پہلے سے مسلمانوں کا تہذیبی غلبہ تھا کیونکہ اس کے صوبوں کے بادشاہ سب مسلمان ہیں ان کا اثر تھا پھر ملک کے مختلف طبقات میں مسلمانوں کی اکثریت رہی ہے جو سنگاپور کی علیحدگی کے بعد ملک کی آبادی میں فیصدی اکثریت بن گئی۔

یہاں کے مسلمان عموماً ملائی نسل سے ہیں البتہ ان کا تناسب کم اکثریت کا ہے ملک کی اقلیتوں میں سب سے بڑی اقلیت چینیوں کی ہے جو عموماً بدھ اور کنفیوشس مذہب کے ہیں وہ ملک کی آبادی کا ۳۵ فیصد ہیں، پھر ۱۰ فیصد میں عیسائی، اور بیرونی نسلوں کے لوگ جو عموماً برصغیر ہند وپاک کے لوگ ہیں جن میں ایک تعداد ہندوؤں اور سکھوں کی ہے، اس طرح یہ ملک ایک رنگارنگ نسلوں ومذہبوں کا علاقہ ہے، اس طرح یہاں کی سیاسی صورت حال ہندوستان کی صورت حال سے ملتی جلتی ہے فرق یہ ہے کہ ہندوستان ایک دیو قامت ملک ہے جس کی آبادی ساٹھ کروڑ کے لگ بھگ ہے اور ملیشیا صرف ڈیڑھ کروڑ آبادی کا ملک ہے، ملیشیا کی آبادی کی اکثریت مسلمان ہے جب کہ ہندوستان کی اکثریت ہندو مذہب کی پیرو ہے دونوں ملک انگریزوں کی غلامی میں رہے ہیں اور انگریزوں کی حکومت نظام وتعلیم کے اثر سے علم وتمدن میں دونوں انگریزوں کے خوشہ چیں ہیں، اس لئے دونوں ملکوں کے مسائل میں ایک طرح کی مماثلت ہے، ملیشیا ہندوستان کے پڑوس میں بھی ہے اس لئے مولانا مدظلہ کو اس ملک کو دیکھنے سے دلچسپی ایک عرصہ سے تھی اور دعوت نامے بھی کئی سال سے مل رہے تھے لیکن ان پر عمل کے لئے اللہ تعالیٰ کو یہ موقع منظور تھا چنانچہ سفر ہوا۔

کوالالمپور ایرپورٹ پر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی واقع کوالالمپور کے وائس چانسلر ڈاکٹر عبدالرؤف مصری اور داعیوں کے نمائندے اور متعدد ندوی فضلاء موجود تھے جن میں خاص طور پر قدح کے تعلیمی ادارہ جمعیۃ التربیۃ الاسلامیۃ کے مدیر شیخ نعمت یوسف عیسیٰ اور ندوی فضلاء شیخ احمد فہمی زمزم انڈونیشی ندوی اور شیخ محمد علی رجب انڈونیشی ندوی قابل ذکر ہیں۔

داعیوں کے اثر ورسوخ کی بنا پر کارروائی میں وقت صرف نہیں ہوا اور ایرپورٹ سے قیام گاہ جلدی ہی روانگی ہو گئی جہاں دن کے ڈھائی بجے پہنچنا ہوا، ملیشیا ہندوستان سے وقت کے اعتبار سے ڈیڑھ گھنٹے کے فاصلہ پر ہے جو گرمائی وقت کے لحاظ سے ایک گھنٹہ مزید بڑھا کر ڈھائی گھنٹے کا رکھا گیا ہے، لہذا دہلی سے کوالالمپور تک سفر میں اصلاً تو پانچ گھنٹے صرف ہوئے لیکن مقامی وقت کے فرق سے وہ ساڑھے سات گھنٹے شمار ہوئے، ہم لوگ صبح کے چلے ہوئے بعد ظہر پہونچے۔

کوالالمپور تقریباً دس لاکھ آبادی کا اور ملیشیا کا سب سے بڑا شہر ہے اپنی صفائی نظم وضبط اور تمدنی معیار کے لحاظ سے وہ یورپ کے کسی متوسط شہر سے کم نہیں ہے اس کا ایرپورٹ بھی بالکل یورپ کے ایرپورٹوں کے معیار اور حال کے مطابق ہے، بڑا شاندار اور خوبصورت ہے، عمارتوں، سڑکوں، بازاروں اور دوا ملات کے لحاظ سے بھی شہر کا یورپ جیسا معیار ہے البتہ چونکہ آبادی کی اکثریت مسلمان ہے اس لئے مسلمانوں کے انداز واخلاق کا مظاہرہ ملا اور جہاں تک ہندوستانی مسلمانوں کا تعلق ہے تو ان کو وہاں زبان کے فرق کو مستثنیٰ کر کے وہاں کوئی اجنبیت نہیں معلوم ہوتی اور زبان کا فرق بھی تعلیم یافتہ طبقہ میں انگریزی کی مشترک واقفیت کی بنا پر معلوم نہیں ہوتا۔

ملیشیا میں ان دنوں اسلام سے دلچسپی اور اسلامی اخوت کا احساس بہت بڑھا ہوا ہے ان کا یہ جذبہ ان کے کاموں میں اور ان کے معاملہ میں صاف نمایاں ملتا ہے یہ حال وہاں کے مردوں اور عورتوں دونوں میں ملتا ہے اسلامی حجاب کا لحاظ اور اس کی کوشش مسلمان عورتوں میں ہر طرف نظر آتی ہے، دفاتر میں یونیورسٹیوں میں اور تمدنی وانتظامی اداروں میں بھی اس کے نمونے ملتے ہیں لیکن برقعے کی شکل میں نہیں بلکہ ساتر لباس کی صورت میں ملتے ہیں، مسلمان وغیر مسلمان عورتوں کا فرق بڑی حد تک اسی سے واضح ہوتا ہے، مسلمان عورتیں ضروری حد تک حجاب کے ساتھ اور غیر مسلم عورتیں پوری بے حجابی میں نظر آتی ہیں، تمدنی زندگی چونکہ یورپ وجاپان کے تمدنی معیار کے لحاظ سے ہے اس لیے وہاں کی بے حجابی بھی اسی بے حجابی کی طرح ہے جو یورپ وچین وجاپان میں پائی جاتی ہے۔

ملیشیا کی زندگی میں مسلمانوں کا اثر ان کی اکثریت وحکومت کی وجہ سے اور چینی تمدن وثقافت کا اثر ملک میں چینیوں کی بڑی اقلیت میں ہونے نیز قریب ترین پڑوسی اور متمدن ملک ہونے کی بنا پر ملتا ہے۔ ہندوستان وملیشیا کے درمیان ایک بڑا فرق یہ نظر آیا کہ وہاں اکثریت واقلیت کے مابین مذہبی نسلی اور ثقافتی اختلاف کے باوجود کوئی آویزش نہیں دونوں اپنی اپنی پسند کے مطابق زندگی کے انداز اپنانے نیز اجتماعی وانفرادی حقوق سے فائدہ اٹھانے میں برابر ہیں اور ان کے مابین وہ کشیدگی نہیں جس سے افسوس ہے کہ ہمارا ملک ہندوستان ان دنوں دوچار ہے، ہندوستان میں مذہبی عصبیت نے صرف مذہبی دائرے ہی کو نہیں بلکہ علمی وادبی دائروں کو بھی متاثر کر رکھا ہے۔

لیشیا میں قومی زبان ملیشین ہے لیکن اس کے باوجود چینی نژاد لوگ خاصی تعداد میں اپنی دوکانوں کے بورڈ چینی الفاظ وحروف میں لکھتے ہیں اور اپنی تعلیم گاہوں میں چینی زبان کو رابطہ کی زبان بناتے ہیں اور اپنی ثقافت کے مطابق تعلیمی نظام بھی چلاتے ہیں وہ اپنی کمیونٹی کے لئے چینی زبان میں شاندار روزنامے بھی نکالتے ہیں اور اس میں وہاں کی حکومت و اکثریت کوئی قابل اعتراض یا کوئی قابل شکایت بات محسوس نہیں کرتی۔

دفاتر و عدالتوں میں صرف ملیشی نسل کے لوگوں کو ہی نہیں بلکہ اقلیتوں کے افراد کو بھی فراخ دلی سے جگہیں ملتی ہیں جن میں چینیوں کے علاوہ ہندوستانی نژاد اور ہندوستانی مذاہب کے ماننے والوں یعنی ہندوؤں و سکھوں کو بھی جگہیں خاصی حاصل ہیں اور سوسائٹی میں ان کا بھی اچھا لحاظ ہے، ہم لوگ وہاں کے اکثریتی طبقوں میں رہے، اور انہیں سے ملنے کا موقع رہا، لیکن ان کے افراد کو نسلی یا اتفاقی تعصب کے عناد کا اظہار کرتے ہوئے نہیں پایا تمدنی ترقی و نظم وضبط کو دیکھ کر یہ احساس بہت ہوا کہ اگر یہ لوگ انگریزی سیاست و نظام تعلیم کے تربیت یافتہ ہیں تو ہمارا ملک بھی ایسے وسائل وانتظام میں ان سے کم نہیں رہا، پھر کیا بات ہے کہ دونوں میں نظم وضبط و فرض شناسی کے لحاظ سے فرق ہے؟ غور کرنے پر دو سبب سمجھ میں آئے ایک تو یہ کہ یہ ملک چھوٹا ہے اس کے لوگوں کو اپنے ملک کو معیاری بنانے اور ترقی دینے میں نسبتاً آسانی ہے دوسرے یہ کہ تمدنی وجمہوری کوتاہیوں کو یہاں نظر انداز نہیں کیا جاتا بلکہ گرفت و سزا کا صحیح انتظام ہے، شہری زندگی کی پابندیوں پر عمل کرایا جاتا ہے، کوتاہی پر سزا ہوتی ہے لیکن ہمارے ملک میں اس کی پوری افراتفری ہے سڑکوں، راستوں، کو خراب کرنے، ٹریفک کی پابندیوں کو نظر انداز کرنے، شہری ذمہ داریوں پر عمل نہ کرنے کی پوری آزادی ہے اور گرفت و سزا کا کوئی انتظام نہیں، بدنظمی میں سب اپنی اپنی گنجائش کے اعتبار سے حصہ لیتے ہیں، تعصب کی منفی شکلیں عام ہیں، رشوت طاقت اور اکثریت کے بل بوتے پر سب کام ہوتا ہے اکثریتی لوگ دیگر فرقوں کے لوگوں کو شہری اور وطنی بنیاد پر بھی پوری سہولتوں کا حقدار نہیں سمجھتے یا حق حاصل کرنے نہیں دیتے، ذمہ داران حکومت چشم پوشی سے کام لیتے ہیں بددیانتی اور کوتاہی فرض پر بالکل روک نہیں لگاتے، اس لئے بگاڑ پیدا کرنے والوں کو کھلی چھوٹ ہے۔

ٹریفک اصولوں کی پابندی، سڑکوں اور پبلک مقامات کی صفائی وانتظام اور اسی طرح کے دیگر امور دیکھ کہ وہاں بڑی چوکسی اور نگرانی ہے اور ہمارے یہاں اس کی کھلی چھوٹ ہے، ہمارے یہاں رشوت کا تو یہ معاملہ ہے کہ اپنے ایک ہم وطن دوست کے بقول اگر یہاں رشوت کا ذریعہ نہ ہوتا تو شاید ہم لوگوں کو دفاتر سے کوئی بھی حق لینے میں کامیابی نہ ہوتی، یہ ذریعہ خواہ برا ہو لیکن بہر حال کام نکالنے کا ایک ذریعہ تو باقی ہے۔

بات موضوع سے ہٹ گئی لیکن صرف کوالالمپور ہی بلکہ پورے ملیشیا کو تمدنی و شہری لحاظ سے منظم اور صاف ستھرا دیکھنے پر یہ احساس پیدا ہوا جس کا اظہار ضروری محسوس ہوا، ملیشیا کا ملک تیرہ صوبوں پر مشتمل ہے اور یہ صوبے دراصل یہاں کی بادشاہتوں سے عبارت ہیں، ان بادشاہتوں کا ایک اتحاد قائم کرکے ملک کی تشکیل دے دی گئی ان کے بادشاہوں میں سے ایک کا انتخاب کرکے پورے ملک کا سربراہ بنایا جاتا ہے اور وہ بادشاہ برطانیہ کے بادشاہ کی طرح صرف تاج کا بادشاہ اور وہ بھی پانچ سال کے لئے انتخاب سے طے ہوتا ہے یہ سب بادشاہ مسلمان ہیں، ان مسلمان سربراہوں کا اثر بھی ملک کے اسلامی رجحان پر پڑتا ہے۔ باوجود اس کے کہ دستوری لحاظ سے ملک کے مختلف اجزاء کے یہ بادشاہ اپنے اپنے جزء میں گورنر جیسے محدود اختیار رکھتے ہیں لیکن ان کی سربراہی سے ملک میں اسلامی وقار کو مدد ملتی ہے۔

کوالالمپور میں متعدد یونیورسٹیاں ہیں ایک ملیشین یونیورسٹی جو عام یونیورسٹی ہے دوسرے یونیورسٹی یہاں کی قومی یونیورسٹی ہے جس کی رابطہ کی زبان صرف ملیشین ہے، تیسری یونیورسٹی، یونیورسٹی آف ٹیکنولوجی ہے چوتھی یونیورسٹی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی ہے جو اسلامی ممالک کی مدد سے چند سال ہوئے قائم ہوئی ہے ان سب میں مولانا مدظلہ کے خطاب کا پروگرام پہلے سے بن چکا تھا، ان کے علاوہ وہاں کے مسلمانوں کی انجمنوں اور بعض عام ملکی سطح کے اداروں میں بھی عمومی خطاب کا بندوبست کیا گیا تھا چنانچہ اس سلسلہ میں دارالسلطنت کے علاوہ ملک کے شمالی علاقہ میں جو ملک کے شمالی صوبوں پر مشتمل ہے، اور وہاں مسلمانوں کی اکثریت دیگر صوبوں کے مقابلہ میں زیادہ ہے پروگرام رکھا گیا۔ شمال کے یہ دو صوبے شمال مشرقی صوبہ ترنگانو اور شمال مغربی صوبہ قدح ہیں اور تھائی لینڈ کی جنوبی سرحد سے ملے ہوئے ہیں تھائی لینڈ کے جنوبی حصہ کا ایک عظیم علاقہ فطانی نام کا علاقہ ہے وہ دراصل ملیشیا کے شمالی علاقہ کا تہذیبی و مذہبی تسلسل ہے لیکن سیاسی تقسیمات میں وہ تھائی لینڈ کے حصہ میں چلا گیا اور وہاں تھائی لینڈ کی اکثریتی آبادی کے مقابلہ میں اقلیتی علاقہ بنا جو مذہبی و نسلی اقلیت و اکثریت کے نزاع میں بڑی آزمائش کے حالات سے گذر رہا ہے وہ اپنے ہم مذہب و ہم نسل علاقہ شمالی ملایا سے قریب بھی ہے۔

بہر حال منتظمین نے ملیشیا کے اس دورہ میں وہاں پہنچنے کے دوسرے روز ترنگانو کے صدر مقام کوالا ترنگانو جانے اور وہاں متعدد جلسوں کو خطاب کرنے اور چوتھے دن قدح جاکر وہاں کے متعدد پروگراموں میں شرکت کرنے کا نظم کیا باقی دنوں میں صرف دارالسلطنت کوالالمپور اور اس کے مضافات کے پروگرام رکھے۔

کوالا ترنگانو میں دعوتی و تربیتی کام میں سب سے ممتاز شخصیت اس وقت شیخ عبدالہادی الحاج اوانج کی ہے، یہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے فارغ ہیں اور ممتاز عالم وخطیب ہیں، یہ جمعہ کے روز اپنی جامع مسجد میں جو ایک بڑی مسجد ہے مسلمانوں کو خطاب کرتے ہیں جس میں صوبہ کے دور دراز سے لوگ آکر شریک ہوتے ہیں، آنے والوں سے مسجد بھر جاتی ہے اور مسجد سے باہر موٹروں اور سواریوں کی لائن لگ جاتی ہے ابھی جوان ہیں، عمر غالباً پچاس کے اندر ہوگی وہ اپنے علاقہ میں بڑی موثر شخصیت بن چکے ہیں ان کا تعلق جماعتی بنیاد پر ملیشیا کی الحزب الاسلامی سے ہے، جس کے صدر ملک کے ایک معمر عالم شیخ یوسف بن عبداللہ الراوی ہیں جنہوں نے ملیشیا کے علاوہ مکہ مکرمہ میں آج سے پچاس سال قبل وہاں کی مشہور درسگاہ مدرسۃ الفلاح میں تعلیم حاصل کی ہے۔

الحزب الاسلامی دراصل علماء اور ان سے متعلق اہل ملک کی ایک مذہبی نیم سیاسی جماعت ہے اس کو آج کل حکومت وقت کی پالیسیوں سے اختلاف ہے یہ الکشن میں بھی شرکت کرتی ہے چنانچہ اس کے ایک رکن اس وقت ملک کی پارلیمنٹ میں پہنچ گئے ہیں جو حکومت سے زیادہ اس کی حزب اختلاف سے جوڑ رکھتے ہیں، الحزب الاسلامی کے تحت اسی جماعت کے علماء کا شعبہ علیحدہ سے کام کرتا ہے جس کو جمعیۃ علماء مالیشیا کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، الحزب الاسلامی کے دو نائب صدر ہیں، ایک شیخ فاضل محمد نور جو قدح میں رہتے ہیں اور دوسرے شیخ عبدالہادی الحاج اونج جو کوالا ترنگانو میں رہتے ہیں علماء کے شعبہ کے صدر شیخ نیک عبدالعزیز نیک مت ہیں یہ ایک اچھے عالم دین ہیں اور قدرے معمر بھی ہیں۔

الحزب الاسلامی کا طریقہ کار باوجود سیاسی رجحان کے غالب ہونے کے قدیمی انداز کا ہے، جدید خطوط و ذہن کے اسلامی تحمل کی جو جماعت اس ملک میں زیادہ با اثر ہے وہ A.B.I.M. ہے اسی کی دعوت پر مولانا مدظلہ اس وقت یہاں تشریف لائے ہیں، یہ جماعت زیادہ کھلے ذہن کی اور حالات و خطرات کو زیادہ سمجھنے والی اور انہی کے مطابق اپنی پالیسی مرتب کرنے والی ہے وہ اس وقت حکومت وقت سے تعاون کی پالیسی اختیار کئے ہوئے ہے کیونکہ حکومت کے موجودہ سربراہ وزیر اعظم ڈاکٹر مہاضر محمد مذہبی رجحانات کے ساتھ رواداری کا رویہ رکھتے ہیں کابینہ میں بھی انہوں نے بعض اسلامی خیال کے لوگ شامل کیے ہیں، ابیم (A.B.I.M) کے سابق صدر انور ابراہیم کو وزیر تعلیم بنایا ہے باوجود اس کے کہ ملیشیا کا ملک مختلف مذاہب کے ماننے والوں کی آبادی پر مشتمل ہے اور ان سب کے ساتھ رواداری برتی جاتی ہے مسلمانوں کے معاملہ میں اسلامیت کی پابندی کا رجحان پیدا کرنے میں حکومت دلچسپی لیتی رہتی ہے اس کی وجہ سے ابھی گزشتہ مہینوں کے دوران برسر اقتدار پارٹی میں جس کے سربراہ خود وزیر اعظم ہیں سخت اختلاف رائے کی نوبت آگئی تھی جبکہ پارٹی کے نائب صدر سے پارٹی کے صدر کی کشمکش ہوئی اور پارٹی میں استصواب رائے کی نوبت آگئی، مولانا مدظلہ کی موجودگی میں یہ مسئلہ بہت گرم تھا اور جلد ہی پارٹی کے جدید انتخاب کئے جانے والے تھے جو اس ماہ کے اختتام پر انجام پائے لیکن وزیر اعظم دوبارہ پارٹی کے صدر منتخب کئے گئے اس طرح وہ ایک سخت آزمائش سے نکل گئے لیکن ان کے مؤیدین کے تناسب میں فرق آگیا۔

ملیشیا میں حزب اسلامی اور ابیم کے علاوہ اسلامی رجحانات کی اور کئی جماعتیں ہیں لیکن بااثر اور اہم جماعتوں میں مذکورہ بالا دو جماعتوں کے علاوہ تبلیغی جماعت کو خاصا فروغ حاصل ہے، ملیشیا کے عام اور پڑھے لکھے مسلمانوں کی خاصی بڑی تعداد اس کام سے دلچسپی رکھتی ہے اور ان کا مرکز تبلیغ اس کے کام کرنے والوں سے خوب آباد رہتا ہے اور بڑی تعداد میں لوگ باہر نکلتے ہیں یہ لوگ دہلی بھی خاصی تعداد میں آتے ہیں۔

بقیہ ص ۸ پر

خانہ کعبہ پر حملہ

ڈاکٹر عبد المغنی پٹنہ

حال ہی میں حج کے موقع پر مکہ معظمہ میں ایران کے زائرین نے سخت شورش برپا کی اور بدامنی پھیلائی جس کے نتیجے میں بہ اختلاف روایت دو سو سے چار سو تک افراد مارے گئے یا کچلے گئے۔ اس واقعہ پر احتجاج کرتے ہوئے حکومت ایران نے سعودی عرب کے خلاف انتقامی کاروائی کا اعلان کیا اور پھر عمل بھی شروع کر دیا۔ حالانکہ سعودی عرب نے اس سلسلے میں حقائق کی اچھی طرح وضاحت بھی کر دی۔ لیکن اپنے شہریوں کی بدتمیزی کے لیے معذرت کے بجائے سعودی عرب کی مذمت پر ایران کا اصرار جاری ہے۔

بہر حال، حرم میں ناجائز مظاہرہ کرنے والوں کی حمایت کرکے ایرانی حکومت نے اپنا چہرہ بے نقاب کر دیا ہے اور دنیا کو ایک بار پھر پہلے سے زیادہ صراحت کے ساتھ معلوم ہو گیا ہے کہ ایران کے موجودہ اصحاب اقتدار کے مقاصد اور عزائم کیا ہیں۔ حرم میں شورش خانہ کعبہ پر ایک حملہ ہے اور شرعاً و قانوناً ہر طرح دین و آئین سے کھلی بغاوت ہے، اس جرم کی سخت سزا تجویز کی جانی چاہیے۔

یہ جرم ایران کے نام نہاد حاجیوں سے پہلی بار سرزد نہیں ہوا ہے، چند سال قبل ان مجرموں نے خانہ کعبہ پر حملہ کرکے کئی گھنٹوں کے لیے اس پر قبضہ کر لیا تھا اور حرم کو فساد کی آماجگاہ بنا دیا تھا اس وقت ان کی حرکت پراسرار بھی جا رہی تھی اور حقیقت حال کے متعلق طرح طرح کی قیاس آرائیاں کی گئی تھیں۔ حکومت ایران کے چہرے پر اخوت اسلامی کا نقاب پڑا ہوا تھا اور لوگوں کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ باغیوں کا سرپرست کون ہے؟ لیکن اب بات صاف ہو گئی ہے اور بہ آسانی تصور کیا جا سکتا ہے کہ ایران میں اسلام کے نام پر جو سیاسی انقلاب آیا ہے اور اقتدار کی تبدیلی ہوئی ہے اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک سازش ہے۔ فقط دین و مروت کے خلاف۔ یہی وجہ ہے کہ ایران کے موجودہ حکمرانوں نے ملت اسلامیہ میں تفرقہ وانتشار کو اپنا شیوہ بنا لیا ہے اور وہ حرم مکہ پر قبضہ کرنے کا منصوبہ بنائے ہوئے ہیں۔

حرم میں برپا کی جانے والی ایرانی شورش اور حکومت ایران کی جانب سے اس کی پشت پناہی کا تجزیہ کیا جائے تو حسب ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

(۱) موجودہ حکومت ایران حرم کعبہ کا احترام نہیں کرتی۔

(۲) وہ ملت اسلامیہ کے مرکز پر یلغار کرکے اخوت اسلامی کو پارہ پارہ کر دینا چاہتی ہے۔

(۳) وہ پوری دنیا میں بدامنی پھیلانا چاہتی ہے اور عالم انسانیت کو فسادات کا نشانہ بنانے پر تلی ہوا ہے۔

(۴) اس نے دین کے نام پر سیاست کی دوکان چمکائی ہے۔

(۵) اس کا مطمع نظر علاقہ پرستی، نسل پرستی اور اقتدار پرستی ہے۔

(۶) وہ ایک تخریبی قوت کی حیثیت سے ابھر رہی ہے۔

(۷) خفیہ وعلانیہ دہشت گردی اس کا پسندیدہ طریق کار ہے۔

اس معاملے میں حکومت ایران کا مبینہ موقف یہ ہے کہ حرم پر تمام مسلمانوں کی ایک بین الملی حکومت قائم ہونی چاہیے اس سلسلے میں ایران میں جمہوری اسلامی انقلاب کے دعویدار سعودی عرب میں ایک خاندان کی بادشاہت پر بھی اعتراض کرتے ہیں۔ اس نقطہ نظر کا جائزہ لیتے ہوئے سب سے پہلا سوال یہ ہوتا ہے کہ کیا ایران میں شیعوں کے مقامات مقدسہ کا لحاظ کرتے ہوئے وہاں کی حکومت اپنے ملک پر دنیا کے تمام شیعوں کا آئینی و سیاسی اقتدار تسلیم کر چکی ہے؟ اس سوال کا جواب نفی میں ہے دوسری بات یہ کہ ایران کے شیعہ امامت کے جس تصور کے قائل ہیں وہ اسلام کے مسلمہ نظریہ خلافت کے برعکس ہے۔ خلافت میں شورائیت اور صحیح قسم کی جمہوریت ہے۔ جب کہ امامت آمریت پر مبنی ہے تشیع نے امامت کو رسالت کے مترادف بنا کر یہ واقعہ یہ ہے کہ رسالت کی توہین کی ہے۔ اس شیعی عقیدے کی تہہ میں اہل بیت کی موروثی اقتدار کا جو تخیل ہے وہ ظاہر ہے کہ کھلی نسل پرستی ہے اور ایک خاندانی نظام حکومت یا طرز قیادت پر مبنی ہے اس میں قبائلیت کا عنصر بھی کارفرما ہے۔ اس کے سبب تاریخ میں خفیہ ریشہ دوانیوں کے ہلاکت خیز واقعات بھی رونما ہوئے ہیں۔

حسن بن صباح کے فرقہ کے دس برس کا مطالعہ کیا جائے تو واضح ہوگا کہ شیخ الجبال نے تشیع ہی کے ایک گمراہ کن عقیدے کے تحت اس وقت کی خلافت اسلامیہ سے بغاوت کرکے اس کے خلاف خفیہ سرگرمیوں کا ایک پورا نظام قائم کیا تھا اس کی مصنوعی جنت میں فدائی اور شیدائی تیار کیے جاتے تھے جو عالم اسلام میں قتل وغارت گری کا بازار گرم کرتے تھے انھوں نے پوشیدہ حملوں کے ذریعہ اسلامی دنیا کے بہترین دماغوں کو موت کی نیند سلا دیا اور قوی ترین دست و بازو کاٹ کر رکھ دیے۔

مسلمانوں کی طاقت پر اس خفیہ حزب نے بھی اسلامی خلافت بالخصوص اس کے مرکز بغداد پر تاتاریوں کے تباہ کن حملوں کی راہ ہموار کی، زمین دوز دہشت گرد نہ صرف ایک فریب میں مبتلا کیے جاتے تھے بلکہ انھیں حشیش کا نشہ بھی پلایا جاتا تھا۔ چنانچہ جسمانی و روحانی دونوں نشے سے سرشار ہو کر یہ فدائی اپنی جان پر کھیل جاتے تھے اور دوسروں کی جان لینا ان کے لیے بس ایک کھیل تھا۔

خودکشی اور انسان کشی کا یہی نظارہ آج ایران ہر میدان میں کر رہا ہے، خواہ وہ حرم پر یورش ہو، عراق کے ساتھ جنگ کا تسلسل ہو، خلیج میں کشتیوں پر حملہ ہو۔ ایرانی حکومت اپنے نوجوانوں کو ذہنی طور پر مخمور یا مفلوج کرکے ہزاروں کی تعداد میں عراق کی توپوں کا ایندھن بنا دیتی ہے۔ وہ انھیں معرکہ حق وباطل میں شہادت کا فریب دے رہا ہے اور وہ دیوانے مر کر اپنی جان پر کھیل رہے ہیں۔ اب تک عراق و ایران کے لاکھوں انسان عالم اسلام کی اس تباہ کن خانہ جنگی کا لقمہ بن چکے ہیں اور مالی طور پر اربوں کھربوں کا نقصان ہو چکا ہے۔ عراق نے شاہ کے وقت میں کھوئے ہوئے اپنے بعض اہم علاقوں کے حصول کے لیے یقیناً ایران پر حملہ کیا تھا، جو اس کو نہیں کرنا چاہیے تھا۔ لیکن اس کے بعد ایران مصالحت کی ہر کوشش کو رد کر رہا ہے اور اپنی طرف سے ناقابل عمل قسم کی پیشگی شرطیں پیش کر رہا ہے اس طرح سات سال سے ایک عجیب و غریب جنگ جاری ہے۔ عراق مفاہمت کے لیے آمادہ ہے اور گفت وشنید کے ذریعے صلح صفائی ممکن ہے۔ لیکن حکومت ایران کسی بھی بین الاقوامی یا بین الملی ادارے کے تحت کسی مصالحانہ مذاکرے کے لیے تیار نہیں۔ وہ عراق کے صدر صدام حسین کا سر طشت پر خون چکاں دیکھنا چاہتی ہے اور اس کی کوشش عراق کے اندر خانہ جنگی برپا کرانے کی بھی رہی ہے۔ اس مقصد کیلئے وہ اس ملک کے شیعوں کو برابر اکساتی رہی ہے۔ موجودہ حکومت ایران نے عالم اسلام اور دنیائے انسانیت دونوں کے مقابلے میں جو روش اختیار کی ہے اس پر گہرائی سے غور کیا جائے تو محسوس ہوگا کہ وہ ریاست اسرائیل کے نقش قدم پر چل رہی ہے۔ خاص کر وہ مغربی ایشیا میں اس طرح فتنوں کا مرکز بن گئی ہے جس طرح اسرائیل۔ دونوں حکومتوں کو مسخ شدہ نظریات پر کاربند کرتا ہے۔

ایران کی سرکاری شیعیت اسرائیل کی سرکاری صیہونیت ہی کی مانند ایک نسلی تفرق اور سیاسی برتری کے فسطائی تصورات پر مبنی ہے۔ دونوں ایک ستم زدہ اقلیت کی نفسیاتی الجھن میں مبتلا ہیں اور ساری دنیا سے انتقام لینے پر تلی ہوئی ہیں، اس لیے جنگ بازی اور خوں ریزی ان کا عقیدہ ہے، ہٹ دھرمی ان کا شیوہ ہے، اور بغض وعناد ان کی عادت و فطرت ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ فلسطینی رہنما جناب یاسر عرفات نے بھی [illegible] کی طرح حرم میں ایرانی شورش کی مذمت کی ہے۔ تیسرے خلیفہ اسلام حضرت عثمان غنیؓ کا قاتل عبداللہ ابن سبا ایک یہودی تھا یا پھر یہودیت کی راہ پر گامزن تھا واقعہ کربلا کے بعد تشیع کا ایک حلقہ اسی راہ پر آگے بڑھا اور آج بھی چل رہا ہے۔

نسل پرستی اور علاحدگی پسندی میں ایران کا رویہ جنوبی افریقہ کے انداز فکر وعمل سے ملتا جلتا ہے سارا عالم ایک طرف اور افریقہ و ایران کا دوسری طرف۔ یہ دونوں اپنی من مانی میں نہ تو کسی بین الاقوامی تنظیم کی بات ماننے کے لیے تیار نہ کسی

عالمی طاقت کا مشورہ سننے کے لیے آمادہ۔ انہوں نے اپنی دنیا الگ بسائی ہے اور احمقوں کی اس جنت میں مگن ہیں۔ ان کے قومی وسائل زیادہ سے زیادہ اسلحہ بندی پر صرف ہو رہے ہیں اور اس مقصد کے لیے وہ شیطان سے بھی ہاتھ ملانے کے لیے تیار ہیں۔ اسی سلسلے میں چین کے ساتھ ایران کی رسم و راہ عبرت انگیز ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محض حصول طاقت کے لیے آج کا ایران کس حد تک جا سکتا ہے۔

ایرانی حکومت نازی جرمنی کی طرح پروپیگنڈہ پر بے دریغ خرچ کر رہی ہے۔ زیادہ سے زیادہ زبانوں میں ہر قسم کا اشتہاری ادب شائع کر کے تقسیم کیا جا رہا ہے۔ اس عمل سے اشتراکی طریقے پر لوگوں کی دماغی تطہیر کی بو آتی ہے۔

بہر حال اس انداز کے ادب سے ایران کے برسر اقتدار طبقے کے ارادوں کا پتہ چلتا ہے۔ وہ سب سے پہلے عالم اسلام میں اپنی امامت کا قیام اس کے بعد پوری دنیا پر غلبہ چاہتا ہے یقیناً یہ ایک خواب پریشاں ہے لیکن جنونی ایسے ہی خواب دیکھتے ہیں خواہ اس کی تعبیر انھیں پاگل خانے تک پہنچا دے یا خود سوزی پر مجبور کرے۔ ایرانی قائدین جو نشہ اپنے سادہ لوح نوجوانوں کو پلا رہے ہیں اس سے خود بھی سرشار معلوم ہوتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ گم راہ قائدین نے خود ایران کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ کیا مادی وسائل، کیا افراد انسانی ہر لحاظ سے ایران برباد ہو چکا ہے۔ وہاں کی موجودہ حکومت پوری دنیا کے ساتھ ساتھ اپنے ملک کے تحفظ کے لیے بھی ایک خطرہ بن چکی ہے۔ جب تک کسی میدان جنگ میں اس کو شکست فاش نہیں ہوگی یا اس کا تختہ الٹ نہیں دیا جائے گا وہ خطرہ بنی رہے گی۔ اس کے رویے میں اصلاح کی کوئی توقع بہ ظاہر نظر نہیں آتی ہے۔ اس کے عائدین اپنے تخریبی عزائم کی تکمیل میں بہت دور تک جا چکے ہیں جہاں سے لوٹنے کا راستہ انھیں سجھائی نہیں دیتا۔ ایسی حالت میں اس کے خاتمے ہی سے ملک اور دنیا کو ایک بڑے خطرے سے چھٹکارا مل سکتا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عراق و ایران کی جنگ نے عرب و عجم کی اس طرح کی شکل اختیار کر لی ہے جو عجم پر اسلام کے تسلط سے قبل واقع ہوئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس چیلنج کی جو ایران کی موجودہ حکومت نے پورے عالم اسلام کو دے رکھا ہے خانہ کعبہ پر حملہ اس چیلنج کا عملی ثبوت ہے ایرانی حکومت نے فی الواقع حرم کی حرمت کو پامال کیا ہے۔ اس جرم کے ارتکاب پر اس کو ضرور سزا ملنی چاہیے، ورنہ اس کے حوصلے اگر بڑھ گئے تو ملت اسلامیہ کا نہ صرف وقار خاک میں مل جائے گا بلکہ اس کا وجود بھی خطرات کی زد میں ہوگا۔ اس سلسلے میں حسب ذیل امور پر غور کیا جانا چاہیے۔

(۱) ایران کو تمام بین الاقوامی اداروں سے خارج کر دیا جائے۔

(۲) اس کو ملی برادری سے بھی نکال دیا جائے۔

(۳) ایرانی حجاج پر اس وقت تک کے لیے پابندی لگا دی جائے جب تک یا تو ان کی حکومت سعودی عرب اور عالم اسلام سے معافی مانگ کر اپنا رویہ درست نہ کرے یا یہ کہ حکومت ہی بدل جائے۔

(۴) بین الاقوامی اور بین الملی تنظیمیں ایران و عراق کی جنگ میں مداخلت کر کے دونوں کے درمیان گفت و شنید کے ذریعے مصالحت کرا دیں اور جو فریق مصالحت پر آمادہ نہ ہو اس پر متحدہ فوج کشی کر کے اسے مغلوب اور صلح پر مجبور کر دیں۔

(۵) بہر حال، ایرانی معاشرت میں اسلامی اصلاح کے جو کچھ اقدامات اب تک ہوئے ہوں ان کو جاری رکھا جائے اور ان کو صحیح سمت میں آگے بڑھایا جائے۔

(۶) ایران کی موجودہ حکومت کو بدلنے میں ایرانی عوام کے صالح نمائندوں کی مدد لی جائے تاکہ ایک عظیم ملک مکمل تباہی سے بچ کر دوبارہ ترقی کر سکے۔

(۷) سنیوں اور شیعوں کے درمیان کسی قسم کے ملی تفرقے کو روا نہ رکھا جائے اور ہر اس فتنے کا دروازہ بند کر دیا جائے جو امت مسلمہ میں انتشار کا باعث ہو۔

یہ کام اب اشد ضروری ہیں۔ اس لیے کہ ایران جس شدت سے خلیج میں تجارتی جہاز رانی کو روکنے کی کوشش کر رہا ہے اس کے نتیجے میں ایک عالمی جنگ کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ ایران کو تو اپنے جنون میں نہ دوسروں کی ہلاکت کا خیال ہے نہ اپنی تباہی کا۔ لیکن اس کی بحری سرگرمیاں ایسی غارت گری اور خون ریزی پر مشتمل ہیں جن سے کسی وقت ایک جنگ عظیم کے شعلے بھڑک سکتے ہیں۔ یہ جنگ مشرق وسطیٰ میں ہوگی اور اس کے ضرب سب سے زیادہ ایشیا و افریقہ پر پڑے گی۔ اگر اس سلسلے میں کسی وجہ سے بڑی طاقتوں کی رزم آرائی بھی ہو گئی تو پھر بیسویں صدی کی تیسری قیامت خیز جنگ مغرب کے بجائے مشرق کی سرزمین پر ہوگی، جس کے انجام کا تصور بھی لرزہ خیز ہے۔ لہٰذا اقوام عالم کا بالعموم اور اقوام مشرق کا بالخصوص یہ فرض ہے کہ صورت حال سے موثر طور پر نبرد آزما ہونے کے لیے نہ صرف ایک طریق کار تجویز کریں بلکہ اس پر جلد از جلد عمل بھی کریں۔ ٭٭

بقیہ
ملیشیا میں مولانا مدظلہ کی آمد

جماعت اسلامی پاکستان و ہند کے نقطۂ نظر سے اتفاق رکھنے والوں کی بھی ایک خاصی تعداد ہے لیکن وہ زیادہ تر ایسے لوگ ہیں لیکن وہ لوگ اسلامی الفکر جماعتوں کے تنوع کو تسلیم کرنے اور سب کے ساتھ نیک گمان رکھنے کا طریقہ کار رکھتے ہیں وہ جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت دونوں کو ایک نظر سے دیکھتے اور معاملہ رکھتے ہیں انہوں نے اس سلسلہ میں اخوان المسلمون کے شروع دور کے طرز عمل کو اپنایا ہے جس میں اخوان المسلمون مسلمانوں کی تمام جماعتوں سے خوش گمانی اور رواداری کا طریقہ اپناتی تھی۔

ملیشیا کے مذہبی علم کے حاملین نے عموماً باہر کے ملکوں میں بھی جا کر تعلیم مکمل کی ہے ان میں زیادہ تر حضرات نے جامعہ ازہر قاہرہ میں پھر مدرسۃ الفلاح مکہ مکرمہ میں پھر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں تعلیم حاصل کی ہے اور ایک مختصر تعداد ہندوستان بھی آ رہی ہے، ان میں ایک نمایاں حصہ ندوۃ العلماء میں تعلیم حاصل کرنے والوں کا ہے اور خوشی کی بات ہے کہ ندویوں کے متعلق ملیشیا میں اچھا تصور ہے، ندوہ کے نصاب تعلیم نیز مولانا مدظلہ کی سربراہی کے تعلق سے ان کا تصور ندوۃ العلماء کے بارے میں بلند ہے جو طلباء ندوۃ العلماء سے پڑھ کر گئے ہیں ان کو اچھی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور ان کو وہاں نیک نامی بھی حاصل ہے۔

چنانچہ قدح میں ایک وقیع تعلیمی ادارہ نے ندوۃ العلماء کے طرز کو اپنا لیا ہے، اس ادارہ کے سربراہ ازہر کے پڑھے ہوئے ایک فاضل اور بااثر شخص شیخ نعمت یوسف ہیں انہوں نے اپنے علاقہ کے دو ندویوں کو ادارہ کے بڑے اساتذہ و نگراں کی حیثیت سے مقرر کیا ہے ایک شیخ احمد فہمی زمزم انڈونیشی اور دوسرے شیخ محمد علی رجب ہیں تعلیم گاہ کا نام "معہد التربیۃ الاسلامیۃ" ہے۔

ملیشین زبان انگریزوں کے شروع زمانہ تک عربی رسم الخط میں لکھی جاتی تھی بعد میں قومی وطنی تحریک کے اثر سے اس کا رسم الخط رومن کر دیا گیا، اب قومی سطح پر اسی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے اگرچہ بعض مواقع پر عربی رسم الخط بھی استعمال کیا جاتا ہے لیکن وہ قلیل ہے، ملیشیا کے لوگوں کو اپنی زبان سے گہرا ربط ہے اور بولنے میں اس کو ترجیح دیتے ہیں اور اس کی ترقی کے لئے کوشاں ہیں، یہ زبان اردو کی طرح مختلف زبانوں کے الفاظ کا مرکب ہے جن میں سنسکرت اور قدیم مقامی الفاظ کے علاوہ عربی، انگریزی، اردو کے الفاظ شامل ہیں اس میں اور انڈونیشیا کی زبان میں بڑی یکسانیت ہے، الفاظ کا صرف معمولی اختلاف ہے۔

کوالالمپور میں میزبان حضرات نے ٹیکنالوجی یونیورسٹی کے قریب ایک بنگلہ میں قیام کا نظم کیا تھا، یہ بنگلہ ان حضرات کے ایک دوست کا تھا جو کسی پروگرام میں کچھ مدت کے لئے امریکہ گئے ہوئے ہیں ان کا بنگلہ خالی تھا اور انہوں نے اس کو انہی حضرات کے سپرد کر رکھا تھا، ملیشیا میں لکڑی کی سہولت و کثرت کی وجہ سے مضافاتی اور قصباتی علاقوں کے مکانات کی تعمیر میں لکڑی کا خاصا استعمال کیا جاتا ہے اور یہ پورے ملیشیا کا عمومی طرز ہے۔ سوائے کثیر منزلہ عمارتوں کے جو عموماً شہروں کے وسط میں ہوتی ہیں، مضافاتی رہائش گاہیں اور بنگلے بعض وقت تو پورے مکمل طور پر لکڑی ہی کے ہوتے ہیں اس میں یہاں لکڑی کی کثرت نیز بعض دیگر مصلحتیں پیش نظر ہوتی ہیں۔

ایک علمی سفر
(دوسری قسط)

مشاہدات و تاثرات

— شمس الحق ندوی

جب ہم یونیورسٹی کے پورٹیکو میں داخل ہو رہے تھے تو دیگر لوگوں کے ساتھ ایک نوجوان نے ہمارا خصوصاً مولوی ابوسحبان صاحب کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ یہ نوجوان ان کے مدینہ یونیورسٹی کے ساتھی مولوی سلیم شاہ تھے جو اس وقت انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں استاذ ہیں۔

چند لمحات کے بعد ہم خانسپور ایوبیہ[1] کے لیے روانہ ہوئے مہمانوں کی ایک قسط جا چکی تھی اس وقت یونیورسٹی کی ایک بس میں طلبا اور دو کاروں پر اساتذہ روانہ ہوئے۔ حقیقت کبھی تصور و خیالات کے بالکل خلاف ہوتی ہے۔ اندازہ تھا کہ ہم میدانی علاقوں سے گذرتے ہوئے نسبتاً کسی بلند اور قدرے ٹھنڈے مقام پر پہنچیں گے لیکن ہم شہر سے باہر نکلے تو رفتہ رفتہ ہماری گاڑیاں پہاڑی راستوں میں داخل ہونے لگیں ہم جیسے جیسے بڑھتے گئے راستے پر پیچ و بلند ہوتے گئے تھوڑی دیر بعد ہم نہایت تنگ، بلند، پیچ دار اور بل کھاتی ہوئی سڑکوں سے گذر رہے تھے، ڈرائیور ماہر و ہوشیار نہ ہو تو ہر آن ہزاروں فٹ نیچے چلے جانے کا خطرہ رہتا ہے، ڈرائیور ماہر بھی تھا سنجیدہ بھی ایک جگہ اس نے اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ یہاں ایک مرتبہ طلبہ کی ایک بس گر گئی تھی اور بڑا جانکاہ حادثہ پیش آیا تھا ہم جیسے جیسے آگے بڑھتے گئے، پہاڑ کی بلندی اور شادابی، درختوں کی ہریالی اور اونچائی نیز موسم کی خنکی میں اضافہ ہوتا گیا دو گھنٹہ میں ہم خانسپور پہنچ گئے۔ پہنچے تو ظہر کا وقت قریب تھا، استقبالیہ میں اپنی آمد کا اندراج اور دیگر ضروری کارروائیوں کے بعد دوپہر کا کھانا ہوا اور نماز ظہر ادا کی گئی۔

ہمارے قیام کی جگہ وہ علاقہ تھا جہاں انگریزوں کے دور حکومت میں فوجی چھاؤنی قائم تھی چنانچہ تمام مہمان انھیں عمارتوں اور بنگلوں میں ٹھہرائے گئے تھے، ہم جس بنگلہ میں تھے اس کی ایک سمت کا علاقہ نہایت شاداب و خوش منظر آباد اور دیودار کے اونچے اونچے ہرے بھرے درختوں سے ڈھکا ہوا تھا۔

کھانے اور نماز سے فراغت کے بعد ہم اپنی قیام گاہ پہنچ گئے ہم جس بنگلے میں ٹھہرے تھے اکثر مہمانوں کا قیام اسی بنگلہ میں تھا شیخ جامع ازہر بھی اسی میں ٹھہرے تھے یہ جولائی کی پہلی تاریخ تھی، اگلے دن یعنی ۲ر جولائی سے اصل پروگرام کا افتتاح تھا۔ افتتاح صدر مملکت عالی مرتبت جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کو کرنا تھا۔ دوسرے دن پونے گیارہ بجے صدر مملکت کی آمد کا وقت مقرر تھا۔ جب ساڑھے دس بجے تو ہیلی کاپٹروں کی گھڑگھڑاہٹ سنائی دینے لگی اور ہم لکچر ہال کی طرف جو ہماری قیام گاہ سے بہت قریب لیکن تقریباً پچاس فٹ کی بلندی پر تھا چلے، لکچر ہال اس میدان کے بالکل سامنے تھا جس میں ہیلی کاپٹروں کو اترنا تھا۔ ہال میں تھوڑی ہی دیر بیٹھے تھے کہ ڈاکٹر عبداللہ عبدالمحسن ترکی انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی کے چانسلر جناب محمد افضل صاحب، وائس چانسلر حسین حامد حسان پرو وائس چانسلر انور حسین صدیقی کے جلو میں شلوار قمیص اور صدری (جاکٹ) میں ملبوس جنرل محمد ضیاء الحق ہال میں داخل ہوئے اور سلام کرتے ہوئے اسٹیج کی خصوصی نشست پر بیٹھ گئے، جنرل صاحب کو میں نے پہلی بار مسجد نبوی مدینہ منورہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں دور سے دیکھا تھا۔ جب وہ نوافل و دعا میں مصروف تھے بیک دور سے ان کو دیکھ رہی تھی سکورٹی کے لوگ پریشان تھے اور ضیاء صاحب سکورٹی سے بے نیاز ہو کر "روضۃ من ریاض الجنۃ" میں دعا و مناجات میں مصروف تھے یہ پہلا نقش تھا جو ضیاء صاحب کی طرف سے دل پر قائم ہوا پھر ان کے بارے میں تحسین کے کلمات برابر سنتا رہا، آج جب قریب سے دیکھا تو ان کی سادگی چہرہ کی سنجیدگی و متانت، تقریر میں اسلامی جوش و ولولہ نے پہلے خیالات سے بہت قریب کر دیا۔

استقبالیہ تقریر چانسلر جناب محمد افضل صاحب نے کی ان کے بعد پرو وائس چانسلر جناب انور حسین صدیقی نے کیمپ کا تعارف کرایا اور اس کی غرض و غایت پر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد نوجوانوں کی تربیت اور ان کی بیداری میں کیمپ نے جو رول ادا کیا ہے اس پر ڈاکٹر عبدالمحسن ترکی نے روشنی ڈالی۔ اخیر میں صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کی افتتاحی تقریر ہوئی۔ تقریب افتتاح ایک بجے کے قریب ختم ہوئی ہم ہال سے نکل کر مسجد کی طرف بڑھ رہے تھے کہ ایک گاڑی ہمارے پاس آ کر رکی اور ہم کو لے کر گورنمنٹ گسٹ ہاؤس کی طرف چلی جہاں صدر کے ساتھ نماز ظہر اور لنچ تھا نماز میں ضیاء صاحب بالکل امام کے قریب تھے۔ فرض کے بعد اہتمام سے نوافل ادا کر کے تب ملنے والوں سے مصافحہ کیا نماز کے بعد فوراً ڈائیں لان پر کھانا ہوا۔

جب ہم اپنی قیام گاہ واپس پہنچے تو دیکھا کہ اسکول کی چھوٹی چھوٹی بچیاں فیروز خان نون سابق وزیر اعظم پاکستان کی اہلیہ کے ساتھ بار پھول لیے جنرل صاحب کی آمد کا انتظار کر رہی تھیں کیونکہ قریب ہی بچیوں کا ایک اسکول ہے تھوڑی دیر میں جنرل صاحب آ گئے بچیوں نے استقبال کیا اور پھر اپنے اسکول کی بعض مشکلات پیش کیں۔ بچیوں نے یہ بھی کہا کہ ہمارے اسکول میں معمولی فرش ہے کرسی بنچ کی ضرورت ہے تو انھوں نے انتظام کا وعدہ کرتے ہوئے فرمایا ویسے میں نے بھی فرش پر پڑھا ہے۔ تھوڑی دیر بعد یہ سرکاری ہما ہمی ختم ہوئی اور ہم اپنی بے تکلف و آزادانہ زندگی کی طرف لوٹ آئے اب کل سے ہمارے کیمپ کے تربیتی پروگرام شروع ہوں گے۔

۲ر جولائی کو میزبان یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر حسین حامد حسان کا محاضرہ "عالم اسلام میں تعلیمی مسائل اور ان کا حل" کے عنوان پر تھا۔ ڈاکٹر صاحب مصری ہیں ان کو سعودی شہرت حاصل ہے اور اس وقت حکومت سعودیہ کی طرف سے وہ یونیورسٹی میں کام کر رہے ہیں عربی کے ساتھ انگریزی میں لکھنے بولنے کی قدرت ہے عرب علماء کا مطالعہ عموماً وسیع ہوتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے آج کے موضوع پر نہایت فاضلانہ محاضرہ دیا، کیمپ میں اکثریت عربی دانوں کی تھی اور ایک تعداد ایسی بھی تھی جو انگریزی تو جانتی تھی مگر عربی سے ناآشنا۔ اسی طرح محاضرہ دینے والے حضرات بھی عربی یا انگریزی جانتے تھے۔ لہٰذا عربی میں جب کوئی محاضرہ ہوتا تو اس کا انگریزی ترجمہ کر دیا جاتا اور انگریزی میں ہوتا تو عربی میں ترجمہ کر دیا جاتا اور محاضرہ کے بعد سوالات و جوابات کا سلسلہ چلتا جو کبھی کبھی بڑا دلچسپ ہوتا، بہر حال ڈاکٹر حسین حامد حسان کا محاضرہ بڑا پر از معلومات و مفید تھا محاضرہ کے بعد چائے کا وقفہ تھا۔

جب ہم چائے پینے گئے تو خود سے چائے بسکٹ لے کر کھڑے کھڑے چائے پینے کا نظم تھا جو اسلامی تہذیب و ثقافت کے سراسر خلاف تھا کھڑے کھڑے چائے پینے میں بڑا انقباض ہوا ہمارے مولوی ابوسحبان صاحب اور جامعہ سلفیہ بنارس کے مولانا محمد مستقیم صاحب نے ڈاکٹر احمد الحسال صاحب سے اس موضوع پر گفتگو کی اور کہا کہ کیمپ اسلامی تربیت کے لیے قائم ہوا ہے۔ اور یہیں اسلامی تہذیب کی خلاف ورزی کی جا رہی ہے یہ مناسب نہیں معلوم ہوتا ڈاکٹر صاحب نے بڑی بشاشت سے بات کو سنا اور وعدہ کیا کہ کل سے نشست کا انتظام کر دیا جائے گا چنانچہ دوسرے دن اس پر عمل شروع ہو گیا۔

۴ر جولائی کو عہد حاضر میں دعوت دین کا اسلوب و طریقہ کے موضوع پر میزبان یونیورسٹی کے امور تعلیمی کے پرو وائس چانسلر ڈاکٹر احمد الحسال کا محاضرہ تھا ڈاکٹر صاحب سے ہماری پہلی ملاقات دوحہ قطر کے دوحہ ہوٹل میں اس وقت ہوئی تھی جب ہم استاذ محترم مولانا سعید الرحمٰن اعظمی کے ساتھ دار العلوم ندوۃ العلماء کے تعارف اور اس کے فکر سے متعلق تبادلہ خیال کی غرض سے دوحہ گئے ہوئے تھے اور ڈاکٹر احمد الحسال صاحب بھی ان دنوں دوحہ یونیورسٹی میں محاضرہ دینے کے سلسلے میں یہاں آئے ہوئے تھے اور قیام "فندق الدوحہ" دوحہ ہوٹل ہی میں تھا۔

ڈاکٹر کے چہرہ بشرہ سے سنجیدگی و متانت اور عالمانہ وقار و تمکنت ٹپکتا ہے ہم ان سے مانوس ہوئے وہ ہم سے ڈاکٹر کا محاضرہ بڑا موثر اور ذہن کو اپیل کرنے والا تھا۔ برادرم مولوی ابوسحبان صاحب ڈاکٹر صاحب سے بہت مانوس ہو گئے تھے اور اکثر ان سے ملتے اور تبادلہ خیال کیا کرتے تھے۔

۵ر جولائی کو عہد حاضر میں نشاۃ اسلامیہ کے موضوع پر ڈاکٹر ظفر الحق انصاری کا محاضرہ تھا جو میزبان یونیورسٹی میں ڈین فیکلٹی آف شریعت ہیں ڈاکٹر صاحب نے حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت مجدد الف ثانی، سید احمد شہید کی تحریک

---
[1] پچھلی قسط میں ایوبیہ کو اکبریہ لکھ دیا گیا ہے تصحیح فرمالیں

کا تذکرہ کرتے ہوئے موجودہ اسلامی تحریکوں کا ان سے ربط قائم کیا اور بتایا کہ یہ ان گذشتہ تحریکوں کا امتداد ہے جو اس وقت مختلف انداز سے میدان عمل میں ہے۔

۶ر جولائی کو "مسلم اقلیتوں کے مسائل" کے موضوع پر نو مسلم ڈاکٹر دنفر کا محاضرہ تھا جو دلچسپی سے سنا گیا۔

۷ر جولائی کا دن بعض قریبی علاقوں اور اسکاؤٹوں کے کیمپ وغیرہ دیکھنے کا دن تھا۔

۸ر جولائی کو "موجودہ اسلامی تحریکیں" کے موضوع پر ڈاکٹر انیس احمد صاحب کا محاضرہ تھا جو دعوت اور تدریب الائمہ اکیڈمی کے ڈائرکٹر ہیں۔ موصوف کا محاضرہ مولانا سید ابو علی مودودیؒ اور سید قطب شہیدؒ کی خدمات پر مشتمل تھا۔ موصوف نے یہ بھی فرمایا کہ ایران کا اسلامی انقلاب مولانا مودودیؒ اور سید قطب کی تحریروں کا نتیجہ ہے ان کے اس نظریے نے جلسہ میں گرمی پیدا کردی سب سے پہلے تو پرو وائس چانسلر ڈاکٹر انوار حسین صدیقی نے اس کا نوٹس لیا اور بڑے سنجیدہ انداز میں ایران کے انقلاب کو غیر اسلامی انقلاب ثابت کیا وضاحت کرتے ہوئے کہ جن لوگوں کے نزدیک اصحاب رسولؐ ناقابل اعتماد ہیں ان کے ہاتھوں اسلامی انقلاب کا تصور کیونکر کیا جاسکتا ہے۔ ان موصوف کے بعد وائس چانسلر ڈاکٹر حسین حامد حسان صاحب نے تو ایسی پرزور اور مدلل تقریر کی کہ حاضرین نے صدائے آفریں بلند کرنا شروع کردیا۔

سوالات کے وقفہ میں بھی ڈاکٹر انیس صاحب کا ایرانی انقلاب کو اسلامی انقلاب قرار دینا موضوع بحث بنا رہا اس پورے کیمپ میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جو انقلاب ایران کو اسلامی انقلاب تسلیم کرتا ہو۔

۹ر جولائی۔ "قانون و قضا میں تطبیق شریعت" کے موضوع پر مسجد فیصل کی مرکز اسلامی کے ڈائرکٹر ڈاکٹر محمود احمد غازی کا محاضرہ تھا ڈاکٹر صاحب موصوف نے قیام پاکستان سے لے کر اب تک تنفیذ شریعت کے سلسلے جو کوششیں ہوئی ہیں۔ اور جن مراحل سے یہ مسئلہ گذرا ہے، نہایت مرتب طریقہ پر اس کی پوری تاریخ بیان کرتے ہوئے موجودہ حکومت میں ہونے والی کوششوں اور دشواریوں کا تذکرہ کیا۔

ڈاکٹر غازی سلجھے ہوئے فکر کے ہونہار نوجوان ہیں عربی انگریزی دونوں پر یکساں قدرت رکھتے ہیں۔ انھیں لکھنے پڑھنے کا اچھا ذوق ہے ان کا قیام ہمارے کمرہ سے متصل کمرہ میں تھا اس لیے اکثر گفتگو کا موقع ملتا اور مختلف موضوعات پر خصوصاً برادرم ابو سحبان صاحب سے تبادلۂ خیال ہوتا۔

تبلیغی جماعت

انھیں دنوں ایک تبلیغی جماعت بھی آگئی اور اسی مسجد میں مقیم ہوئی جس میں کیمپ کے مہمان نماز ادا کیا کرتے تھے جماعت میں کئی عرب بھی تھے جن میں ایک مصری انجینیر بھی تھے جماعت کے امیر ڈاکٹر شاہنواز تھے جو پاکستان میں جماعت کے سرگرم لوگوں میں ہیں اللہ تعالیٰ مولانا محمد الیاسؒ کی قبر کو نور سے بھر دے ان کی تڑپ و بے کلی نے دنیا کے گوشے گوشے میں اللہ کے بے شمار بندوں کو اپنے خرچ سے خدا کے نام پر نکلنے اور دین کو سیکھنے سکھانے کی کیسی لگن پیدا کردی ہے۔ جماعت کے حضرات اس مسجد میں مقیم رہے اور مقامی آبادی کے لوگوں سے رابطہ قائم کرنے کے ساتھ ساتھ کیمپ کے لوگوں سے بھی نہایت اخلاق و تواضع، محبت و سلیقہ مندی کے ساتھ انس بڑھاتے رہے کبھی ان کو باتیں کرتے کرتے ثانی پیش کرتے کبھی چائے پلاتے اور بڑی حکمت کے ساتھ اپنی بات پیش کرتے ایک دن تو کیمپ کے اساتذہ اور دیگر مہمانوں کو جن میں یونیورسٹیوں کے پروفیسر حضرات اور مصری سوڈانی بھی شامل تھے۔ کھانے کی دعوت کردی اور بڑے اکرام کے ساتھ سب کو کھانا کھلایا جماعتی بھائیوں کی یہ ادا اس بات کی غمازی کررہی تھی کہ۔ع

ہے رگ ساز میں رواں صاحب ساز کا لہو

ان ساری اداؤں میں مولانا محمد الیاسؒ کی تڑپ و بے کلی اور ان کا اخلاص کام کررہا ہے۔

ایک دن عصر بعد ہم، مولوی ابو سحبان صاحب اور مولانا مستقیم صاحب ایک ہوٹل کے سامنے کھلی فضا میں چائے پی رہے تھے اور سامنے کی آباد و شاداب پہاڑیوں کے دلکش منظر سے لطف اٹھا رہے تھے کہ ادھر سے ڈاکٹر شاہ نواز گذرہے۔

ڈاکٹر صاحب اپنے چند رفقا کے ساتھ گشت پر نکلے تھے۔ ہم لوگوں کو دیکھ کر ہمارے پاس آگئے ہم نے ڈاکٹر صاحب اور رفقا کے لیے بھی چائے منگائی، ڈاکٹر صاحب نے بے تکلف قبول فرمالیا، چائے پیتے رہے باتیں کرتے رہے دعوت و تبلیغ کے موضوع پر بھی تبادلہ خیال ہوا مغرب کا وقت آگیا اور ہم لوگ اٹھنے لگے تو ڈاکٹر صاحب نے بڑھ کر بامرار چائے کا بل خود ادا کردیا۔

مولانا الیاسؒ کی چھ تبلیغی باتوں میں ایک بات "اکرام مسلم" بھی ہے۔ بتائیے جو شخص اس اکرام کے ساتھ جس کا مظاہرہ ڈاکٹر صاحب نے کیا اور جماعت کے لوگ مسجد میں کررہے تھے پیش آئے گا۔ اس کے بعد کیوں نہ کسی پر اثر پڑے گا۔

ڈاکٹر صاحب سے انس بڑھ گیا ایک دن مغرب کے بعد مجھے حاضرین سے خطاب کرنے کا حکم دیا غالباً اس لیے کہ میں کیمپ کا نمائندہ تھا آج بیان میں حاضری کا اوسط بہت زیادہ رہا۔ کیمپ کے اکثر حضرات طلبہ اور عرب اساتذہ سبھی بیٹھے اکثریت اردو دانوں کی تھی اس لیے میں نے اردو میں تقریر کی عربوں کے لیے اس کا ترجمہ ہمارے ہونہار طالب بہاء الدین الگ حلقہ میں کرتے جارہے تھے اس بیان کا اچھا اثر پڑا اور کیمپ کے لوگوں کی دلچسپی بڑھ گئی کچھ لوگوں نے جماعت میں نکلنے کا بھی ارادہ ظاہر کیا۔

(باقی آئندہ)

ادارۂ رضوان پیش کرتا ہے

خلفائے راشدین نمبر

تاریخ اسلام کا ایک درخشندہ باب :-

خلفائے راشدین کے عہد ساز کارنامے ○ اسلام کے خلاف سازشوں کی بیخ کنی ○ تبلیغ اسلام ○ غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک ○ اور اسلامی عسکری و شہری نظام اور دیگر عنوانات پر

ممتاز اہل قلم علمائے محدثین اور تاریخ کے سمندر میں غواصی کرنے والے اہل علم مفکروں اور دانشوروں کے قلم کے شاہکار مضامین کا حسین گلدستہ

ان شاء اللہ تعالیٰ

جنوری ۱۹۸۸ء میں منظر عام پر آرہا ہے

فوٹو آفسیٹ کی خوبصورت کتابت و طباعت سے آراستہ یہ خاص نمبر ایک تاریخی دستاویز اور عالم انسانیت کی رہنمائی کے لئے منارۂ نور ہوگا

○

قیمت خلفائے راشدین نمبر: دس روپے۔ سالانہ چندہ پچیس روپے برائے غیر ممالک ایک سو پچیس روپے ○ نوٹ۔ ۳۱ر دسمبر ۸۸ء تک سالانہ خریداری قبول کرنے والوں کو یہ عظیم خاص نمبر اسی سالانہ چندہ میں پیش کردیا جائے گا۔

○

دفتر ماہنامہ رضوان ۵/۲/۱۷ محمد علی لین، گوئن روڈ، لکھنؤ ۲۲۶۰۱۸ بھارت

لکھنؤ دہلی اور دیوبند کے مکتبات میں دستیاب ہیں۔

تلخیص و ترجمہ: ابو المعظم

حرم مکی میں ایرانی شورش

سعودی وزیر داخلہ کی پریس کانفرنس

حرم مکی میں ایرانیوں کی شورش سے نمٹنے کے بعد سعودی وزیر داخلہ شہزادہ نائف بن عبدالعزیز نے ایک عالمی پریس کانفرنس سے خطاب کیا جس میں انھوں نے اس شورش کے پس پردہ ناپاک عزائم اور اس فتنے کی سرکوبی کے لیے سعودی حکام کی کوششوں پر روشنی ڈالی۔ ہم سعودی وزیر داخلہ کے بیان اور پریس کانفرنس کے سوال وجواب کا ترجمہ اور تلخیص پیش کررہے ہیں:

ایرانی انقلاب کے بعد ہی سے ایرانی نظام نے حرمین شریفین میں خوں ریز فتنوں کی بھرپور ناپاک کوشش کا آغاز کردیا تھا لیکن سعودی عرب نے ان مقدس مقامات کو شر اور فتنوں سے بچانے اور حجاج کرام کی حفاظت کے لیے بھرپور جد وجہد کی، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہمیشہ ہمیں اس میں کامیابی ہوتی رہی۔ اس سال پورے عالم اسلام میں اس وقت صدمے کی لہر دوڑ گئی جب ایرانی حجاج نے حرم مکی میں شور و غوغا کرکے امن وامان کے نظام کو درہم برہم کرنے کی ناپاک کوشش کی، سعودی حکام نے ہمیشہ کی طرح اس بار بھی اپنی ذمے داریوں کا احساس کرتے ہوئے ایرانیوں کو سمجھانے کی کوشش کی کہ اس مبارک موقع پر کسی طرح کا مظاہرہ نہ کریں اور نہ ہی امن عامہ میں خلل ڈالنے کا کوئی ارادہ کریں کہ یہ حج کے پاک مقاصد اور اسلامی اخوت و محبت کے خلاف ہے، دونوں ملکوں کے باہمی تعلقات بھی جب بہتر ہیں تو پھر یہاں اس طرح کے مظاہرے کی کیا ضرورت ہے۔ لیکن ایرانیوں نے سعودی ذمے داروں کی تمام اپیلوں اور گذارشوں کو اس لیے نظر انداز کردیا کہ انھوں نے گذشتہ سالوں میں پیش آنے والے واقعات کے متعلق سعودی حکام کے صبر وتحمل کو کمزوریوں پر محمول کیا، اسی لیے ایرانیوں نے پہلے کی طرح اس سال بھی حرم مکی میں من مانی کرنا گویا اپنا حق سمجھا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ سعودی حکومت جس طرح حجاج کرام کی خدمت کرتی ہے، حرمین شریفین میں شعائر حج کی ادائیگی کے لیے مثالی انتظام کرتی اور اسلامی احکام کی تنفیذ کرتی ہے اسی سے ایرانی حکومت کو بغض وعناد ہے۔ اسی کینہ اور عداوت نے ایرانیوں کو اس شورش پر آمادہ کیا۔

ہم نے اس ایرانی شورش سے متعلق تمام دستاویزات اور معلومات وحقائق دنیا کے سامنے بلا کم و کاست پیش کردیے ہیں۔ اس لیے کہ سعودی حکومت ایک ذمے دار حکومت ہے، وہاں امن و قانون کی حکومت ہے اور سعودی حکومت تمام دنیا کے ساتھ امن وقانون کے دائرے اور تہذیب و شائستگی کے حدود میں معاملہ کرتی ہے، لیکن جو لوگ انتشار و پراگندگی پھیلاتے ہیں ان کے ساتھ انکا معاملہ دوسرا ہوتا ہے۔ پھر سعودی حکومت ہمیشہ حقائق و واقعات اور صحیح اعداد وشمار کے ذریعہ لوگوں سے معاملہ کرتی ہے۔ اس موقع پر جب کہ پوری دنیا کے حجاج حرم مکی میں موجود تھے حقائق سے چشم پوشی ناممکن تھی۔ اس کے علاوہ ایرانی جھوٹ و فریب کا پردہ چاک کرنے کے لیے بھی سعودی عرب نے تمام حقائق دنیا کے سامنے پیش کردیے اور اس نے چھپانے کی کوشش نہیں کی۔ اب ہم آپ کے سامنے چند حقائق پیش کررہے ہیں:-

٭ اللہ تبارک وتعالیٰ کی یہ مشیت ہے کہ حرمین شریفین امن و امان کا گہوارہ رہیں اسی لیے اس نے شعائر حج کی ادائیگی کے لئے اس سرزمین کو مخصوص فرمادیا تاکہ ہمیشہ امن وامان کے سایے تلے یہ شعائر ادا کیے جائیں۔

ایرانیوں نے اس مشیت الٰہی کے خلاف جب بھی ناپاک ارادے کیے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ناکام ونامراد اور ذلیل و رسوا کردیا۔ یہ ہمارا عقیدہ ہے کہ حرمین کے امن وامان کی حمایت خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، وہی امن و امان برباد کرنے والوں سے نمٹتا ہے۔

٭ دوسری ناقابل انکار حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے شعائر حج کی ادائیگی کے لیے جو بنیادی اصول وضوابط مقرر کیے ہیں ان میں اخلاص، سکون و سنجیدگی کا التزام، زبان، ہاتھ اور اشاروں سے بھی کسی کو تکلیف پہنچانے سے اس نے منع کیا ہے۔ لیکن ایرانیوں نے اسلام کے ان بنیادی اصولوں کی خلاف ورزی حدود حرم میں کی۔

٭ سعودی حکومت کا اس مشیت الٰہی پر ایمان راسخ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین پر حرمین شریفین کو شعائر حج کی ادائیگی کے لیے پسند فرمایا ہے۔ اسی طرح اس کا یقین ہے کہ اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے۔ چنانچہ سعودی عرب میں اسلام کے احکام کی تنفیذ ہوتی ہے اور حدود جاری کیے جاتے ہیں۔ اسی یقین کے ساتھ سعودی عرب کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ مقامات مقدسہ مشیت الٰہی کے مطابق مامون و محفوظ رہیں اور حج شعائر پورے امن وسکون کے ساتھ ادا کیے جائیں۔ اسی ذمے داری کے احساس نے سعودی حکومت کو ایرانی فتنے کے قلع قمع کرنے پر آمادہ کیا اور بنام خدا اس نے اس شورش کو ختم کردیا۔

٭ یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ حج کے لیے ایک خاص مقام اور اس کے شعائر کی ادائیگی کے لیے خاص دن اور اوقات ہیں۔ یہ محدود اوقات کسی سیاسی کھیل کے لیے مناسب نہیں ہوتے۔ لیکن ایرانیوں کا دعویٰ ہے کہ حج سیاسی کشمکش کا میدان ہے۔ ایرانیوں کے اس دعوے کی قلعی اس وقت کھل گئی جب انھوں نے اپنے مجرمانہ فعل سے خود ہی اپنے دعوے کی دھجی بکھیر دی یعنی ان کے سیاسی مظاہرے کے ساتھ ہی فتنہ وفساد کی آگ بھڑک گئی۔

٭ یہ بھی حقیقت ہے کہ آج تک بجز ایرانیوں کے کسی نے حج کے موقع پر مظاہرہ نہیں کیا، اور نہ نظام امن میں کسی نے خلل ڈالا۔

٭ سعودی حکومت پوری مملکت میں امن وامان کو اہمیت دیتی ہے۔ لیکن حرمین شریفین میں امن وامان کا م تو اس کی خاص ذمے داری ہے۔ سعودی حکومت کی آمد سے پہلے حجاز میں امن و امان پر ڈاکے ڈالے جاتے تھے، لیکن ملک عبدالعزیز نے آج سے چونسٹھ سال پہلے جب امن وامان کا نظام اپنے ہاتھ میں لیا ہے اس وقت سے آج تک بدامنی کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ بجز اس سال کے جب ایرانیوں نے بدامنی اور انارکی پھیلانے کی ناپاک کوشش کی۔

٭ ہم نے جو کارروائی کی ہمارا ضمیر اس پر مطمئن ہے، اور ہمارا موقف عادلانہ اور منصفانہ ہے، اسی خود اعتمادی کی بدولت ہمیں دوسروں کی ہرزہ سرائی اور بہتان طرازیوں کی کوئی پروا نہیں۔

٭ پورے عالم اسلام نے ہماری کارروائی کو سراہا ہے اور ایرانیوں کے رویہ کی مذمت کی ہے اس وجہ سے ایران پوری دنیا میں تنہا رہ گیا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ایران نے جو کچھ کیا اس میں کس کی مصلحت تھی کیا کوئی غیر ملکی سازش ہے۔ ہم نے جب بھی اس سوال پر غور کیا یہی سمجھ میں آیا کہ ایران نے بغیر سوچے سمجھے یہ منصوبہ نہیں بنایا تھا بلکہ جس دائرے میں وہ حرکت کررہے ہیں اس سے ہم بخوبی واقف ہیں اس کے بہت سے احتمالات ہیں خصوصاً جب کہ ہم مسلمانوں کے دشمنوں سے واقف ہیں کہ وہ کسی طرح بھی اسلامی دنیا خصوصاً حرمین میں امن وامان اور استقرار وسکون دیکھنا نہیں چاہتے۔

اگر ایرانیوں نے خود یہ جرم کیا ہے یا کسی دوسرے کے اشارے سے کیا ہے تو ہمارے نزدیک دونوں برابر ہیں۔ ایک بات یہ بھی سوچنے کی ہے کہ ایک تو سعودی عرب اور ایران کے درمیان سیاسی اختلاف نہیں ہیں۔ اگر اختلافات ہوتے بھی تو اس کے لیے حج کے زمانہ کا انتخاب کس مصلحت سے ایرانیوں نے کیا۔ ایرانیوں کو سیاسی نقطہ نظر سے بھی سوچنا چاہیے تھا کہ ان کی ان حرکتوں سے خود ان کے مقاصد کو نقصان پہنچے گا اور یہی ہوا بھی۔

بہر حال ہم یہ بات واضح کردینا چاہتے ہیں کہ جو شخص حج کے مقاصد کے لیے آنا چاہتے ہیں ہم اس کی خدمت کیلئے دل وجان سے تیار ہیں۔ اگر کوئی برے عزائم اور بدنیتی اور شر و فساد کے لیے آتا ہے تو پھر وہ اپنے کیے کی سزا خود ہی بھگتے گا۔

سیاسی کشمکش ہماری پالیسی نہیں۔ لیکن اگر کوئی اس کے لیے آمادہ ہے تو ہمارے اندر اسس موسن کی صفات پوری طرح موجود ہیں جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ بلند توں اور غور شوں پر قابو پاتے ہیں۔

دنیا کی کوئی بھی حکومت اس بات کو قطعاً پسند نہیں کرتی کہ اس کے معاملات اور امن وقانون میں کوئی مداخلت کرے اس لیے ہر ملک اپنے اندرونی امن وامان کو بچائے رکھنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے، یہ تو سعودی عرب ہے۔ جہاں کے عوام اور حکام دونوں ہی حرمین شریفین میں امن وامان قائم کرنے کے معاملہ میں سب سے آگے ہیں اور ان کی دینی غیرت وحمیت دوسروں سے کہیں زیادہ ہے۔

وزیر داخلہ نائف کے اس بیان کے بعد دنیا بھر کے اخباری نامہ نگاروں نے جو سوالات کیے ان کے جوابات کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

وزیر داخلہ نے ایک سوال کے جواب میں اس عزم کا اعادہ کیا کہ سعودی حکام اس طرح کے واقعات کے تکرار کی کسی صورت میں اجازت نہیں دیں گے، انھوں نے دونوں ملکوں کے درمیان سفارتی تعلقات کے متعلق کہا کہ یہ سیاسی معاملہ ہے جس کا فیصلہ ذمے دار حضرات کریں گے۔

شہزادہ نائف نے اس سوال کے جواب میں کہ ایرانی ہر سال اپنی تعداد بڑھاتے رہتے ہیں اس بار ان کا امر کبھی ہوتا ہے۔ تو کیا ایرانیوں کو حج سے روک دیا جائے گا کہا کہ ہم کسی کو حج سے روک سکتے نہیں اب یہ ایرانیوں کے اوپر ہے اگر وہ اپنے مجرمانہ حرکتوں سے باز نہیں آئیں گے تو ہم صراحت سے کہتے ہیں ہمارے نزدیک ایک چھوٹے گروہ کے مقابلہ میں بیس لاکھ حجاج کا مفاد ومصلحت زیادہ مقدم ہے۔

ایک سوال کے جواب میں وزیر داخلہ نے کہا کہ اس کا امکان ہے کہ ایرانی سعودی عرب کے اندر تخریب کریں، جیسا کہ انھوں نے طہران میں سعودی سفارت خانے کے ساتھ کیا لیکن ہم نے اس کے برعکس ان کے سفارتی عملہ اور سفارت خانہ کی پوری حفاظت کی اور کسی کو کوئی گزند نہیں پہنچا، اگر سعودی عرب کے اندر کوئی تخریبی کارروائی ہوتی ہے تو اس سے پوری قوت سے نمٹا جائے گا۔ اور جو شخص بھی یہاں کے امن وامان کو تباہ وبرباد کرنے کی کوشش کرے گا اس کے خلاف ہمارا رد عمل شدید اور فیصلہ کن ہوگا۔

وزیر داخلہ نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ اس مسئلہ پر اسلامی چوٹی کانفرنس بلانے کا کوئی ارادہ سعودی عرب کا نہیں ہے لیکن اس نے عالم اسلام کے بعض حکمرانوں اور مسلمان علماء ومفکرین کو اس مسئلہ پر غور کرنے کے لیے ضرور مدعو کیا ہے۔ اگر اس مسئلہ پر کوئی چوٹی کانفرنس منعقد ہوتی ہے تو سعودی عرب اس میں ضرور شریک ہوگا لیکن اس بنیاد پر نہیں کہ اس کے داخلی امور پر وہاں بحث کی جائے۔ وزیر داخلہ نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ ہم کسی ملک کے لیے یہ ضروری قرار نہیں دیتے کہ وہ اپنی تعداد متعین کر دے ملا انھوں نے کہا کہ اگر راستہ کا امن وامان حج کی استطاعت اور صحت جیسے بنیادی شرائط موجود ہیں تو ہر سال مسلمان حج کر سکتا ہے۔ لیکن اگر کسی مسلمان نے ایک بار یہ فریضہ ادا کر لیا ہے تو اس کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے دوسرے بھائی کو حج کا موقع دے ہم نے اس بنا پر سعودی عرب کے اندر اس بات کی پابندی لگا دی ہے کہ حج کے فریضے سے سبکدوش ہونے والا بار بار حج نہ کرے۔

وزیر داخلہ نے ایرانی حجاج کے ساتھ گذشتہ سال آتش گیر مادے کی موجودگی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت ہم نے اس لیے اس کا اعلان نہیں کیا تھا کہ ہم ایران کے ساتھ معاملہ کو بگاڑنا نہیں چاہتے تھے۔ وزیر داخلہ نے کہا کہ اگر کسی ملک میں مکہ مکرمہ جیسا حادثہ ہو جاتا تو فوراً وہاں ایمرجنسی نافذ کر دی جاتی یا کرفیو لگ جاتا۔ لیکن ہم نے نصف گھنٹے کے اندر پچاس ہزار ایرانیوں پر قابو پا لیا، اس کے بعد تمام حجاج بلکہ خود ایرانی حجاج مکہ مکرمہ کی گلی کوچوں میں آزادی کے ساتھ چلنے پھرنے لگے۔ سعودی وزیر داخلہ نے کہا کہ اس شورش کے جو سرغنے تھے ان کو ہم نے گرفتار نہیں کیا بلکہ انھیں ان کے وطن واپس کر دیا۔

سعودی وزیر داخلہ نے کہا کہ ہم ایران کی طرح جھوٹے بیانات دینے کے عادی نہیں۔ وہ جو چاہیں کریں ہم اس میدان میں ان کا مقابلہ صرف حقائق اور معلومات سے کریں گے۔ انھوں نے اس بات کی بھی تردید کی کہ سعودی پولیس نے ایرانی حجاج پر گولی چلائی، سعودی وزیر داخلہ نے کہا کہ گولی چلانے کی خبر طہران اور اسرائیل ریڈیو نے نشر کی۔ باقی دنیا کے کسی ریڈیو ←

← نے یہ خبر نہیں دی۔ سعودی وزیر داخلہ نے کہا کہ ایران نے اعلان کیا ہے کہ وہ آئندہ سال پانچ لاکھ انقلابی پاسداروں کو حج کے موقع پر مظاہرہ کے لیے بھیجے گا۔

انھوں نے کہا کہ ایرانی نظام کے اس عزم سے پتہ چلتا ہے کہ وہ حرمین شریفین میں مسلمانوں سے جنگ کرنا چاہتے ہیں لیکن سعودی حکومت کس حال میں اس طرح کی بدامنی کی اجازت نہیں دے گی، مکہ مکرمہ میں جو کچھ ایرانیوں نے کیا ان سے ان کے خطرناک عزائم اور ناپاک سازشوں کا پتہ چلتا ہے۔ اب یہ عالم اسلام اور اس کے مفکروں اور داعیوں اور دین کا درد رکھنے والے غیرت مند مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس مسئلہ پر مل بیٹھ کر سوچیں اور فیصلہ کن حل تلاش کریں۔

(ہفت روزہ الدعوۃ، الریاض شمارہ ...)

سوال جواب

محمد طارق ندوی

سوال۔ مصافحہ کب کرنا چاہیے؟

جواب:۔ فقہ کی کتابوں میں ہے کہ۔ وَاَمَّا الْمُصَافَحَۃُ فَسُنَّۃٌ عِنْدَ التَّلَاقِی۔ الخ۔ اور مصافحہ ملاقات کے وقت مسنون ہے، کیونکہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو مسلمان جب ملیں اور مصافحہ کریں تو دونوں کے جدا ہونے سے قبل ہی ان کی بخشش ہو جاتی ہے

ملاقات کے علاوہ دوسرے وقت جو مصافحہ کیا جاتا ہے، مثلاً نماز فجر نماز عصر، اور نماز جمعہ اور نماز عیدین وغیرہ کے بعد جو مصافحہ کیا جاتا ہے یہ بدعت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے اور صحابہ کرام کے عمل سے ثابت نہیں ہے

شارح مشکاۃ ملا علی قاری رح۔ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ بیشک مصافحہ کا محل شروع ملاقات کا موقع ہے، بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ ملتے ہیں بغیر مصافحہ کے اور دیر تک ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہتے ہیں، اور پھر جب نماز پڑھ لیتے ہیں تو مصافحہ کرنے لگتے ہیں، یہ کہاں کی سنت ہے

سوال:۔ جیسا کہ آجکل باجے کے ساتھ قوالی ہوتی ہے کیا جائز ہے؟

جواب:۔ مروجہ قوالی جو باجے کے ساتھ ہوتی ہے قطعی حرام ہے مسند ابن ابی الدنیا میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آخر زمانے میں اس امت میں سے ایک قوم بندر اور خنزیر بن جائیگی، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو نہیں مانتے ہوں گے فرمایا کیوں نہیں حضرات صحابہ کرامؓ نے عرض کیا پھر اس سزا کی کیا وجہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ باجا بجانے اور گانے کا پیشہ اختیار کریں گے۔ مزید فرمایا کہ اِسْتِمَاعُ الْمَلَاهِیْ مَعْصِیَۃٌ وَالْجُلُوْسُ عَلَیْهَا فِسْقٌ وَالتَّلَذُّذُ فِیْهَا کُفْرٌ ٭ باجے کی آواز سننا گناہ ہے، وہاں بیٹھنا فسق ہے، اور اس سے لذت اندوزی کفر ہے

حضرت امام اعظمؒ نے غنا سننے کو حرام قرار دیا ہے

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ یہ فاسقوں کا کام ہے۔ ایک بزرگ کا قول ہے اِیَّاکَ وَالْغِنَاءَ فَاِنَّہٗ یَزِیْدُ الشَّهْوَۃَ وَیَهْدِمُ الْمُرُوْءَۃَ۔ گانے بجانے سے بچو کہ یہ شہوت کو بڑھاتا ہے اور مروت کو ختم کرتا ہے

سوال:۔ کیا جلتی ہوئی موم بتی یا لالٹین کے آگے نماز پڑھ سکتے ہیں؟

جواب:۔ موم بتی یا لالٹین کے آگے نماز پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں ہے البتہ آگ کے سامنے یا اس چولہے یا انگیٹھی کے سامنے جس میں آگ ہو نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

عالم اسلام

محمود الازہار ندوی

تنظیم آزادی فلسطین کی جانب سے فلسطینی ہوم لینڈ کے بارے میں پوپ پال کے بیان کا خیر مقدم

فلسطین تنظیم آزادی کے ایک ترجمان نے پوپ جان پال دوم کے اس بیان کا خیر مقدم کیا ہے جس میں انہوں نے اپنے فرقہ کی طرف سے فلسطینی ہوم لینڈ کے قیام کی حمایت کا اعادہ کیا ہے پوپ پال نے اپنی حمایت کا اعادہ گذشتہ دورہ امریکا کے دوران ایک تقریر میں کیا تھا انہوں نے میامی میں تقریباً دو سو یہودی لیڈروں کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہودیوں کو اسرائیل میں اپنے ہوم لینڈ کا حق ہے تو فلسطینیوں کو بھی ہوم لینڈ کی ضرورت ہے اور وہ برسوں سے بے گھر اور پناہ گزیں ہیں انہوں نے کہا تھا کہ اب وقت آگیا ہے مسئلہ فلسطین سے متعلق تمام فریق سر جوڑ کر بیٹھیں اور اس مسئلہ کا کوئی حل تلاش کریں ٭

تیل کی قیمتوں کو مستحکم کرنے کی ضرورت

کویت کے وزیر تیل شیخ علی خلیفہ الصباح نے کہا کہ تیل کی قیمتوں کو اتار چڑھاوے تیل برآمد کرنے والے ملکوں کی تنظیم اوپیک کے کسی ممبر ملک کو فائدہ نہیں ہوگا، موصوف نے ان خیالات کا اظہار اپنے اس کلیدی خطبہ میں کیا جو انہوں نے سنگاپور میں منعقدہ بین الاقوامی، ایشیا پیک پٹرولیم کانفرنس میں دیا، انہوں نے اخبار نویسوں سے غیر رسمی بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ اوپیک کے سامنے فوری مسئلہ یہ ہے کہ کم از کم بارہ ماہ تک قیمتوں کی سطح ۱۸ امریکی ڈالر فی بیرل کو کسی طرح برقرار رکھا جائے اس بات کا اقرار کرتے ہوئے کہ تیل کی پیداوار میں ضرورت سے زیادہ اضافہ ہونے کی وجہ سے قیمتیں گری ہیں۔

نائجیریا میں ۱۹۹۲ میں الکشن

نائجیریا کے صدر مسٹر ابراہیم نے کہا ہے کہ ملک میں غیر فوجی حکومت کے قیام کے سلسلہ میں ۱۹۹۲ کے دوران ہونے والے انتخابات میں وہ فوجی اور غیر فوجی جو ۱۹۶۰ سے کسی نہ کسی عہدہ پر فائز ہیں انتخابات میں حصہ نہیں لے سکیں گے انہوں نے مزید کہا کہ اس دائرہ میں ان کی حکومت کے دوسرے اراکین بھی آتے ہیں اور اسی دائرہ میں وہ سابق عہدہ دار بھی آجائیں گے جنہوں نے کوئی جرم نہیں کیا ہے اور ایسا اس لئے کیا گیا ہے کہ نئی سیاسی قیادت کی راہ میں کسی طرح کی رکاوٹ حائل نہ ہو، ٭

جنگ خلیج کے اخراجات

عراق اور ایران نے ۷۰ ارب اسلحے اس سال خریدے ہیں اس بات کا انکشاف سویزرلینڈ کے ہفتہ وار اخبار لیبید نے کیا ہے، اخبار نے مزید لکھا ہے کہ اس سال عراق نے ۴۰ ارب ڈالر کے اسلحے خریدے ہیں جبکہ ایران نے ۳۰ ارب ڈالر کے اسلحے خریدے ہیں اخبار لکھتا ہے کہ ایرانی افواج عراقی افواج سے زیادہ ہے، مگر ایرانی افواج عراقی افواج کے مقابلہ میں جدید ترین اسلحہ سے لیس ہے کے مقابلہ میں کمزور اسلحے سے لیس ہے اخبار مزید لکھتا ہے کہ ۴۰ ممالک ان دونوں ممالک کو خفیہ طور پر اسلحے سپلائی کرتے رہے ہیں ایک دوسرے قسم کے مطابق اب تک دونوں ملکوں کے مقتولین کی تعداد ۵۰۰۰۰ر۳ ہو چکی ہے اور مجروحین کی تعداد ۵۰۰۰ر۶ ہے

ایرانیوں کی جانب سے مسجد حرام پر قبضہ کرنے کا منصوبہ قدیم ہے ٭

ترکی کے اخبار "حریت" میں ایک اہم دستاویز شائع ہوئی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ایرانیوں کا مسجد حرام پر قبضہ کے منصوبہ پر گامزن رہنا قدیم ہے اس دستاویز میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ایران اس قسم کی کوشش گذشتہ چار صدیوں سے کر رہا ہے خاص طور سے ۱۵۶۶ء سے جس وقت ایرانی حجاج نے مقامات مقدسہ میں مظاہرہ کیا اور اپنے مذہب وافکار کے ترویج کوشش کی۔ اس دستاویز میں جو دولت عثمانیہ اور ایران کے درمیان معاہدہ کے نتیجہ میں معرض وجود میں آیا تھا، اس کا بنیادی موضوع یہ تھا کہ ایرانی حج میں نہ مظاہرہ کریں گے اور نہ گڑبڑ کریں گے اس بابت دونوں ملکوں کے مابین معاہدات کا ایک طویل سلسلہ ہے یعنی، ۱۵۶۶، ۱۶۱۲ اور ۱۶۴۲ ۱۷۲۲، ۱۷۲۸ اور ۱۹۱۲، ۱۶۱۲ کے معاہدہ میں کہا گیا ہے کہ ایرانی حجاج حج کے غرض سے حلب، شام ہو کر آئیں گے، بغداد، بصرہ کی راہ کو استعمال کرنے کی اجازت نہ ہوگی، نیز ان کو سفر اور قیام کے دوران مظاہرہ اور مذہبی تفرقہ بازی کی اجازت نہ ہوگی،

نہر سویز کی آمدنی ۱۲۰۰ ملین ڈالر ہو جائے گی ٭

نہر سویز کے امور کے ڈائریکٹر محمد عزت عادل فخر نے اس توقع کا اظہار کیا ہے کہ اس سال آخر تک نہر سویز کی آمدنی ۱۲۰۰ ملین ڈالر ہو جائیگی نہر سویز کی تاریخ میں یہ سب سے بڑی آمدنی ہے، اور سال گذشتہ کے مقابلہ میں ۸۰ ملین زائد ہے۔

۲۲۵۱ اشخاص نے گذشتہ آٹھ سالوں میں کویت میں اسلام قبول کیا ٭

۴۰۴ اشخاص نے سال گذشتہ ۱۹۸۶ میں اسلام قبول کیا ہے ان میں سے ۴۲ عرب تھے اور ۳۱۶ ایشیا، افریقہ سے تعلق رکھتے تھے اور ۱۸ یورپین تھے اور ۱۲ امریکی تھے، جبکہ کینیڈا، برازیل، میکسیکو اور آسٹریلیا کی ایک ایک عورت تھی

مذکورہ اعداد وشمار کا انکشاف وزارت عدل اور امور قانون کی سالانہ کتاب میں کیا گیا ہے اس میں اس بات کا بھی انکشاف کیا گیا ہے گذشتہ آٹھ سالوں میں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد ۲۲۵۱ تھی جو حسب تفصیل ذیل ہے

۱۹۷۹ میں ۱۱۲ افراد نے اسلام قبول کیا جس میں ۲۲ مرد اور ۸۰ عورتیں تھیں ٭

۱۹۸۰ میں ۱۷۸ افراد نے اسلام قبول کیا جس میں ۴۷ مرد اور ۱۳۱ عورتیں تھیں ٭

۱۹۸۱ میں ۲۰۰ اشخاص نے اسلام قبول کیا جس میں ۷۷ عورتیں اور ۱۲۳ مرد تھے ٭

۱۹۸۲ میں ۲۱۲ افراد نے اسلام قبول کیا جس میں ۷۵ مرد اور ۱۰۷ عورتیں تھیں ٭

۱۹۸۳ میں ۲۸۸ افراد نے اسلام قبول کیا جس میں ۹۹ مرد ۱۸۹ عورتیں تھیں ٭

۱۹۸۴ میں ۳۱۶ افراد نے اسلام قبول کیا جس میں ۹۲ مرد اور ۲۲۳ عورتیں تھیں ٭

۱۹۸۵ میں ۴۲۰ افراد نے اسلام قبول کیا جس میں ۱۲۸ مرد اور ۲۹۲ عورتیں تھیں ٭

۱۹۸۶ میں ۳۰۴ افراد نے اسلام قبول کیا جس میں ۱۳۴ مرد اور ۲۷۰ عورتیں تھیں ٭

دینی تعلیمی کونسل کل ہند

کنونشن بلائیگی متعدد اہم معاملات پر غور کیا گیا

مسلمانوں کی نوجوان نسل کو دینی تعلیم اور اس کے ساتھ متوازی، پرائمری تعلیم دینے والی منظم جماعت دینی تعلیمی کونسل کی ایک اہم میٹنگ مورخہ ۲۱ر ستمبر بروز دوشنبہ مولانا سید ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی صدر کونسل کی صدارت میں ہوئی، ارکان کونسل کی ایک بڑی تعداد کے علاوہ صوبہ اتر پردیش اور دوسرے صوبوں کے ایسے حضرات بھی شریک ہوئے جنہیں کونسل نے بطور خاص مدعو کیا تھا۔

گذشتہ نومبر ۸۶ء میں صوبائی دینی تعلیمی کانفرنس میں مختلف صوبوں کے نمائندوں کے اصرار پر فیصلہ کیا گیا تھا کہ دینی تعلیمی کونسل کا نظام ہر صوبہ میں قائم کیا جائے چنانچہ اس وقت سات صوبوں میں اس کی تشکیل ہو چکی ہے اور حیدرآباد میں اس سلسلہ میں خاصی پیش رفت بھی ہوئی ہے جس کا اظہار وہاں کے کنوینر سید جمیل الدین صاحب نے کیا، ایک تجویز کے ذریعہ یہ طے کیا گیا کہ آئندہ سال ایک کل ہند کنونشن کیا جائے، صدر کونسل کو مجاز کیا گیا کہ وہ تاریخ اور جگہ کا تعین کر دیں۔

یوپی کے اضلاع میں دینی تعلیمی تحریک کو از سر نو منظم اور فعال بنانے کے سلسلے میں طے ہوا کہ ارکان کونسل مختلف مقامات کا دورہ کریں عوام کے ساتھ ساتھ پرائمری مدارس کے اساتذہ اور ذمہ داران نیز اسکولوں اور کالجوں کے سربراہوں سے مل کر دینی تعلیمی تحریک کی اہمیت و افادیت اور عصر حاضر میں اس کی ضرورت پر روشنی ڈالیں اور کوشش کریں کہ اس طرح کے ہر دورے میں اس تحریک کے لیے فضا بن سکے اور لوگ زیادہ سے زیادہ اس میں وقت دینے کے لیے تیار ہو سکیں، اضلاع کی انجمن تعلیمات دین کے ذمہ داران کو متوجہ کیا جائے کہ وہ اپنے ضلع میں فوری طور پر آرگنائزر کا بندوبست کریں اور اگر آرگنائزر موجود ہو تو اس کی تعداد میں اضافہ کریں تاکہ ضلع کی سطح پر منظم طور پر مکاتب کا قیام عمل میں آسکے اور جو مکاتب کام کر رہے ہیں ان کا معائنہ کر کے انہیں بہتر بنایا جا سکے۔

نصابی کتابوں کے سلسلہ میں طے کیا گیا کہ ایک کمیٹی بنائی جائے جو اسکولوں اور کالجوں میں پڑھائی جانے والی کتابوں میں قابل اعتراض مواد کا جائزہ لے کر اپنی رپورٹ پیش کرے، کونسل اس سے پہلے یہ کام کر چکی ہے، اور اس کا جائزہ کتابی شکل میں ہو چکا ہے اس کی کوششوں سے اس طرح کے اسباق خارج کئے گئے تھے اسی کے ساتھ یہ بھی طے ہوا کہ کونسل کی اپنی کتابوں کو از سر نو تیار کر کے شائع کیا جائے جو مواد اور طباعت کے اعتبار سے زیادہ معیاری ہوں۔

دینی تعلیمی مکاتب کے درجہ پانچ پاس شدہ بچوں کے درجہ چھ میں داخلہ کے لئے دینی تعلیمی کونسل کی کوششوں سے ۸۳ء میں صوبائی حکومت نے سرکلر جاری کیا تھا کہ غیر تسلیم شدہ مدارس و مکاتب کے بچوں کا ٹسٹ لے کر درجہ چھ میں داخلہ کر لیا جائے یہ سرکلر جاری ہونے کے بعد بھی محکمہ تعلیم کے عہدداران بعض جگہ اس میں دقتیں پیدا کرتے ہیں کونسل کے دفتر میں اضلاع سے شکایتیں موصول ہوتی رہتی ہیں بعض ضلعوں کے لوگوں نے بتایا کہ مقامی حکام نے نیا طریقہ شروع کیا ہے کہ وہ مکاتب کو لیبر ایکٹ کا پابند بنانا چاہتے ہیں اور اس سلسلہ کی تمام شرائط مکاتب پر نافذ کرتے ہیں جو اصولی اور قانونی طور پر نافذ نہیں ہوتی۔ میٹنگ میں نمائندوں نے بھرپور طریقہ پر اس پر اظہار خیال کیا، مسلم یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر سید حامد صاحب دینی تعلیمی کونسل کے جنرل سکریٹری ریاض الدین احمد صاحب اور سکریٹری ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی صاحب اور خود صدر کونسل مولانا علی میاں صاحب نے اس پر روشنی ڈالی اور طے ہوا کہ مولانا ارکان کونسل پر مشتمل ایک وفد کی تشکیل کریں گے، جو وزیر اعلیٰ، وزیر تعلیم اور وزیر محنت سے مل کر ان معاملات پر گفتگو کرے گا اور حکومت کو متوجہ کرے گا کہ وہ ہمارے مکاتب کو لیبر ایکٹ سے مستثنیٰ قرار دے، نئی تعلیمی پالیسی کے منفی پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد اس بات پر تشویش ظاہر کی گئی کہ اساتذہ کو ٹریننگ کے موقع پر سیکولر تعلیم کے بجائے غیر اسلامی اور ایک خاص مذہب کی تربیت دی جاتی ہے، میٹنگ میں نئے نصاب تعلیم میں اردو کو پہونچنے والے نقصان کی بھی نشاندہی کی اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ بچوں کو ان کی مادری زبان میں تعلیم دی جائے اور سہ لسانی فارمولے میں اردو کو شامل کیا جائے اور اس کی تعلیم کا بندوبست کیا جائے۔

کونسل نے صدر کونسل مولانا علی میاں کی تجویز پر فیصلہ کیا کہ زیادہ سے زیادہ کانفرنسیں اور جلسے کئے جائیں، پمفلٹ شائع ہوں اور مکاتب کے بچوں کا تعلیمی مظاہرہ ہوتا رہے تاکہ پوری ریاست میں دینی تعلیم کی عام فضا بن جائے کونسل نے ۸۸ - ۱۹۸۷ء کا بجٹ بھی منظور کیا صدر کونسل مولانا علی میاں جو آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اور ندوۃ کی مجلس شوریٰ کے مسلسل جلسوں کی بنا پر تھکے ہوئے تھے مختصر طور پر ارکان کونسل کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ سرزمین ہند پر ہمارے دینی بزرگوں نے اپنا پاک خون اور اپنے گرم آنسو بہائے ہیں اور بعض وقت اس سرزمین نے عالم اسلام کے دینی کاموں میں خاصا اضافہ کیا ہے، آج ہم اس سرزمین پر موجود ہیں تو ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم حالات کی سنگینی اور نزاکت کو محسوس کریں یہ وقت اگر ہاتھ سے نکل گیا تو پھر مستقبل میں بہت دنوں تک اس کا سرا ہاتھ نہیں آئے گا، اس لئے میری گزارش ہے کہ مسلمان دینی تعلیم کی ضرورت کو محسوس کریں اور طے کریں کہ وہ اپنی ہر ضرورت پر اس کام کو ترجیح دیں گے اور دینی تعلیمی کونسل کے ساتھ ہر طرح کا تعاون اپنا دینی و ملی فریضہ سمجھیں گے۔

مولانا کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

مسلم مطلقہ خواتین قانون کے خلاف رٹوں کی پیروی کا فیصلہ

وقف ایکٹ میں ترمیمات پر سنل لا بورڈ کی ورکنگ کمیٹی کا غور

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا اجلاس سلیمانیہ ہال دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں زیر صدارت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صدر بورڈ منعقد ہوا۔ یہ اجلاس ۲۰ر ستمبر کو ۱۰ بجے دن میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں جنرل سکریٹری بورڈ مولانا منت اللہ رحمانی کے علاوہ مولانا ابواللیث صاحب ندوی امیر جماعت اسلامی ہند مولانا ابو السعود احمد بنگلور، افضل حسین، جماعت اسلامی، مولانا عبدالکریم پاریکھ، عبدالستار یوسف شیخ سکریٹری بورڈ بمبئی، رحیم قریشی سکریٹری بورڈ، مولانا مجاہد الاسلام قاسمی پٹنہ یوسف حاتم چھالہ ایڈوکیٹ بمبئی، مولانا برہان الدین سنبھلی، ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، مولانا فقیہ الدین دہلی، مولانا محمد فاروق دہلی، آفتاب احمد ایڈوکیٹ علی گڈھ مولانا سراج الحسن کرناٹک، ظفریاب جیلانی ایڈوکیٹ لکھنؤ وغیرہ شریک ہوئے۔

مجلس عاملہ کے اجلاس نے سپریم کورٹ میں قانون حقوق مطلقہ کے خلاف دائر شدہ سات رٹس کے امور کا جائزہ لیا اور بورڈ کی جانب سے جوابی بیان کے نکات پر تیاری کے لیے مولانا مجاہد الاسلام قاسمی، مسٹر رحیم قریشی سکریٹری بورڈ مولانا برہان الدین سنبھلی، مسٹر یوسف حاتم چھالہ ایڈوکیٹ اور آفتاب احمد پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی۔ اجلاس کے آخر میں کمیٹی کی تیار کردہ نوٹ کو اجلاس نے منظور کر لیا۔

اجلاس عاملہ نے ۱۹۸۴ء کے قانون وقف سے متعلق اکتالیس ترمیمات کی تجویز کو منظور کیا، جس کے ذریعہ اوقافی جائدادوں میں کمیشن اور میعاد کے قوانین سے مستثنیٰ قرار دینے کا مطالبہ کیا گیا ہے، ایک ترمیم کے ذریعہ بورڈ نے مطالبہ کیا ہے کہ یہ قانون بنایا جائے کہ کسی ایسی اوقافی جائداد کو جس میں مسجد امام باڑہ یا درگاہ ہو حکومت ایکوائر نہیں کر سکے گی۔

قانون میں ترمیمات کا اہم پہلو یہ ہے کہ وقف بورڈ کمشنر کو نفاذ کے عاجلانہ اختیارات اور بورڈ کی پالیسی طے کرنے اور فیصلہ کے اختیارات کی سفارش کی گئی ہے۔ واضح رہے کہ ۱۹۸۴ء کے قانون میں تمام اختیارات کمشنر کے عہدہ میں مرکوز کر کے بورڈ کی نوعیت مشاورتی کر دی گئی ہے۔ بورڈ کی جانب سے یہ ترمیمات مرکزی وزیر قانون اور مرکزی وزیر اوقاف کو پیش کی جائیں گی۔

ان ترمیمات کے ساتھ ۱۹۸۴ء کے قانون وقف کو جس کا نفاذ رکا ہوا ہے، نافذ کیا جائے۔ شب کے ۸½ بجے اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

ندوہ کے شب و روز

● حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم نے ۲۴ر اگست کو لندن کا سفر فرمایا۔ یہ ایک علمی و دعوتی سفر تھا جو آکسفورڈ یونیورسٹی میں اسلامک ریسرچ سنٹر کی دعوت پر ہوا تھا۔ مولانا کے رفیق سفر استاذ گرامی مولانا محمد رابع صاحب ندوی تھے سفر سے واپسی پر طلباء نے مولانا سے تاثرات سنانے کی درخواست کی اور مولانا نے بر بنائے شفقت بڑی خندہ پیشانی سے قبول فرمایا۔ ۱۶ر ستمبر کو جمعیۃ الاصلاح میں ایک جلسہ ہوا۔ تمہید کے بعد مولانا نے فرمایا:-

کئی بار مجھے حضرت مولانا کے ساتھ آکسفورڈ جانے کا موقع ملا ہے۔ لیکن یہ سفر اس نوعیت سے خوش آئند ہے کہ دو سال قبل آکسفورڈ جیسی معروف یونیورسٹی میں اسلامک سنٹر کا قیام عمل میں آیا ہے۔ اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اس کے صدر ہیں اس کو صرف ایک تائید غیبی کہنا چاہیے۔ اس مرکز کے قیام کے بعد اب یہ ممکن ہو گیا ہے کہ یونیورسٹی کے مسلمان اور دیگر طلباء کو اسلامیات پر مطالعہ کرنے کا اچھا موقع مل سکے گا۔ اس طرح وہ اسلام کے خد و خال سے صحیح طریقہ پر واقف ہو سکتے ہیں آپ نے فرمایا:-

اس سفر سے اندازہ ہوا کہ یورپ کی قومیں رو بہ زوال ہیں، کچھ دنوں کے بعد ان کی قیادت دوسرے کے ہاتھوں میں آجائے گی۔ لیکن ان کے بعد کون قیادت کرے گا معلوم نہیں۔

خود بخود گرنے کو ہے پکے ہوئے پھل کی طرح
دیکھئے پڑتا ہے آخر کس کی جھولی میں فرنگ

مگر ان قوموں کو تیار رہنا چاہیے جن کے آباء و اجداد قیادت کر چکے ہیں، جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ صدی اسلام کی صدی ہے۔

فرمایا کہ اس وقت آپ کی ذمہ داری دوگنی اور چوگنی ہو جاتی ہے۔ اس لیے آپ کو بڑی جد و جہد، بڑی محنت اور بڑی کاوش و ریاضت کرنا پڑے گی۔ آپ ندوۃ العلماء کی مہیا کی ہوئیں تمام سرگرمیوں سے پورا پورا فائدہ اٹھائیے اور اسلام کا صحیح اور سچا نمائندہ بنیئے۔

● ۱۹ر ستمبر سے دار العلوم ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامی اور اس کے بعد مسلم پرسنل لاء کی ورکنگ کمیٹی اور دینی تعلیمی کونسل کے یکے بعد دیگرے جلسوں کی وجہ سے دار العلوم میں معزز مہمانوں کی آمد رہی اور یہ جلسے کامیاب رہے۔ طلباء دار العلوم نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بعض معزز ارکان اور معروف حضرات سے مستفید ہونے کے لیے جلسے کیے اور فائدہ اٹھایا۔

● ۱۹ر ستمبر کو امیر شریعت مولانا منت اللہ رحمانی صاحب نے مسلم پرسنل لاء کے موضوع پر طلباء سے خطاب کیا۔

اس کی اہمیت اور ضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ آپ کا فرض اس سلسلہ میں یہ ہے کہ مسلم پرسنل لاء کی قریہ قریہ شہر شہر اشاعت کریں اور خود اس پر عمل کریں۔ اور لوگوں کو یہ بتائیں کہ اسلام جو مکمل نظام حیات ہے اس پر عمل پیرا ہوں، کیوں کہ شریعت کا تحفظ اسی صورت میں ہو سکتا ہے۔

● ۲۱ر ستمبر کو قاضی شریعت مولانا مجاہد الاسلام صاحب نے طلباء کو نصیحت فرماتے ہوئے یہ کہا کہ ایک داعی کے لیے جہاں یہ ضروری ہے کہ وہ علم کے زیور سے پوری طرح آراستہ ہو۔ وہیں یہ بھی ضروری ہے کہ جس قوم کو وہ مخاطب کر رہا ہے اس کی زبان کو اچھی طرح جانے۔ کیوں کہ یہ دعوت کا نہایت موثر طریقہ ہے۔ اس کی افادیت قرآن مجید سے بھی سمجھ میں آتی ہے، ارشاد باری ہے:-

وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ

اس لیے آپ تمام حضرات سے عرض ہے کہ علم میں گہرائی اور عمق پیدا کریں۔ اپنی زبان میں وہ مٹھاس پیدا کریں کہ قند و نبات کو شرم آنے لگے، اپنے قلم کو وہ سیلانی دیں کہ دریا کو رشک آنے لگے اور اپنی زبان و قلم کو عمل سے اور عمل کو قرآن و سنت کو ایسا ہم آہنگ بنا دیں کہ اسلاف کی یاد تازہ ہو جائے۔ پھر بلندیوں کی نگاہیں آپ کے حسن وجود پر نثار ہوتی جائیں گی۔

۲۳ر ستمبر کو مولانا عبدالکریم پاریکھ کی تشریف آوری پر جمعیۃ الاصلاح میں ایک پروگرام رکھا گیا، ہال اپنی وسعت کے باوجود تنگ پڑ گیا۔ طلباء کی ایک بڑی تعداد ہال سے باہر کھڑی تھی جو وارفتگی و شوق کا پورا پورا ثبوت دے رہی تھی۔

مولانا نے یہ فرمایا کہ مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ قرآن و سنت سے شیفتگی و فریفتگی رکھیں، اور ایک داعی کے لیے یہ اور ضروری ہو جاتا ہے، کیونکہ قرآن ہی وہ نسخۂ کیمیا ہے جو ہر مرض کو شفا دے سکتا ہے۔

غیر مسلموں میں دعوت کے کام پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ داعی کو بلند اخلاق و کردار کا حامل ہونا ضروری ہے۔ تاکہ وہ اپنے طرز زندگی سے دوسروں پر یہ ثابت کر دے کہ ہمارا مذہب امن و آشتی کا مذہب ہے اور اپنے پیروکاروں کو بھی اسی کی دعوت دیتا ہے۔ اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے مخاطب کی سائیکالوجی اور نفسیات کو سمجھے اس کے بغیر دعوت موثر اور کارگر نہیں ہوتی۔

مولانا نے قلت وقت کا خیال کرتے ہوئے اپنی تقریر کو مختصر کیا اور طلباء سے ... کہا۔ آپ کا یہاں آنا بے مقصد نہیں۔ ہر آدمی کے سامنے ایک مقصد اور ایک ہونا چاہیے۔ جو اضطراب کے انگاروں سے دہک رہا ہو اور آپ کے اندر خدا سے عشق اور دین اسلام پر مر مٹنے کی ایک لہر دوڑا دے۔ اور دل میں ایمان و یقین کی شمع فروزاں کر دے۔

(اظہار حسین صدیقی)

دعائے مغفرت

مورخہ ۲۹ر ستمبر ۸۷ء کے اخبارات کے ذریعہ اس جانکاہ خبر سے علم ہوا کہ ۲۸ر ستمبر کو احمد جمال پاشا کا قلبی دورہ پڑنے سے انتقال ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یوں تو دنیا کی ہر چیز فانی ہے۔ کل من علیہا فان، لیکن احمد جمال پاشا کے سانحہ ارتحال سے جہاں طنز و مزاح کا مطلع ابر آلود ہوا وہیں قوم و ملت کے دامن سے ایک بہی خواہ، مونس و ہمدرد بھی جدا ہو گیا جس کی تلافی ممکن نہیں۔

پاشا مرحوم نے یکم جون ۱۹۳۶ء کو عالم فانی میں قدم رکھا، اور اپنی ادبی زندگی کا آغاز ۱۹۵۰ء سے کیا اور بہت جلد انہوں نے دنیائے ادب میں اپنا ایک خاص مقام پیدا کر لیا۔ مختلف ادبی انجمنوں اور سوسائٹیوں سے وابستہ تو تھے ہی۔ ان کا تعلق علماء اور دینی مدارس سے بھی بڑا گہرا تھا۔ حج سے واپسی کے بعد ان کی قلبی کیفیات میں اور بھی جلا پیدا ہو گیا تھا۔

مرحوم کو دار العلوم ندوۃ العلماء اور اس کے ناظم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی سے حد درجہ عقیدت و محبت تھی وہ دار العلوم کے بہی خواہوں اور معاونین میں سے تھے۔ ۲۰ر جولائی ۸۷ء کو جب آخری بار لکھنؤ تشریف لائے تو سب سے پہلے انھوں نے خط کے ذریعہ ندوہ پہنچنے کی اطلاع دی تھی اور ایک خطیر رقم کے ذریعہ تعمیرات میں حصہ بھی لیا اور حضرت مولانا کی بیشتر کتابیں خریدیں اور انتہائی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے رخصت ہو گئے، کسے معلوم تھا کہ ان کی زندگی کا ورق اتنی جلد الٹ جائے گا۔

ایک معاون و مخلص کی رحلت سے ادارہ تعمیر حیات اپنے گہرے رنج و غم کا اظہار کرتا ہے اور ان کے پس ماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ دار العلوم میں مرحوم کے لیے ایصال ثواب اور خصوصی دعائے مغفرت کی گئی، قارئین کرام سے بھی دعا کی درخواست ہے۔

(عزیز الرحمن)